5367

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ماہنامہ اردو

(قادیان)

ریویو آف ریلیجنز

یعنی

دنیا کے مذاہب پر نظر!

مدیر

عبد القدیر نیاز

بابت ماہ ذیقعدہ ۱۳۶۴ھ ٭ مطابق ماہ نومبر ۱۹۴۵ء

ماہ نبوت ۱۳۲۴ھش

جلد ۴۴ عدد ۱۱

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مقاصد و قواعد رسالہ

رسالہ ریویو آف ریلیجنز (اُردو) سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ۱۹۰۲ء میں حسب ذیل مقاصد کے پیشِ نظر جاری فرمایا تھا:۔

غیر مذاہب کے مقابلہ میں اسلام کی فوقیت ظاہر کرنا۔

مخالفینِ اسلام کے حملوں کا جواب دینا۔

صحیح اسلامی عقائد کی اشاعت و تعلیم دینا۔

یہ رسالہ ہر انگریزی ماہ کی یکم تاریخ کو قادیان دارالامان سے شائع ہوتا ہے۔ اگر پندرہ تاریخ تک کسی خریدار کو رسالہ نہ ملے تو بروقت شکایت موصول ہونے پر رسالہ دوبارہ ارسال کیا جائے گا۔

رسالہ کی سالانہ قیمت اندرونِ ہند تین روپے اور بیرونِ ہند چار روپے ہے۔ طلباء اور غیر احمدی اصحاب سے رعایتی قیمت اڑھائی روپیہ لی جاتی ہے۔

خریداران کو دفتر سے خط و کتابت کرتے وقت نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہئے، ورنہ عدم تعمیل یا تعمیل میں تاخیر کی ذمہ داری دفتر پر نہ ہوگی۔

ترسیلِ زر اور تمام دفتری امور کے متعلق خط و کتابت بنام مینیجر ہونی چاہئے۔

یہ رسالہ جماعت احمدیہ کا ایک ہی قومی اُردو ماہنامہ ہے، بوجہ علمی مجلہ ہونے کے اس کے فائل محفوظ رکھے جاتے ہیں اور ایک وسیع علمی طبقہ کی نظر سے گذرتا ہے اس لئے اس میں اشتہار دینا مفید ہے نرخنامہ اشتہارات حسب ذیل ہے:۔

تعداد	ایک ماہ	تین ماہ	چھ ماہ	ایک سال
ایک صفحہ	تیس روپے	اٹھتر روپے	ایکسو چوالیس روپے	دوسو ستر روپے
نصف صفحہ	اٹھارہ روپے	اڑتالیس روپے	چوراسی روپے	ایکسو پچاس روپے
ربع صفحہ	بارہ روپے	تیس روپے	چوّن روپے	نوّے روپے

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ

ماھنامہ اردو

ریویو آف ریلیجنز

یعنی

دنیا کے مذاہب پر نظر اور اہلِ مذاہب کا تشحیذ الاذہان

جلد ۴۴	ماہِ ذی قعدہ ۱۳۶۴ سنہ مطابق ماہِ نومبر ۱۹۴۵ سنہ ء	عدد ۱۱

فہرستِ مضامین

مضمون	صفحہ	مصنف
اردو زبان نہ صرف ہندوستان بلکہ سارے جہان کی زبان ہونے والی ہے۔	ص ۲	از جناب سید فضل الرحمٰن فیضی صاحب کمرشل ہاؤس منصوری۔
سلسلۂ خلافت ٹوٹ جانے سے مسلمانوں کو کیا کیا نقصانات پہنچے۔	ص ۱۱	از جناب مولوی عبدالقادر صاحب مولوی فاضل۔
کیا موجودہ وید الہامی ہیں؟	ص ۲۹	از جناب ملک فضل حسین صاحب احمدی مہاجر۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اُردو زبان نہ صرف ہندوستان بلکہ سارے جہان کی زبان ہونے والی ہے

(از جناب سیّد فضل الرحمٰن فیضی صاحب کمرشل ہاؤس کوہ منصوری)

جناب سیّد غلام حسین صاحب وٹرنری آفیسر بھوپال کا ایک مضمون زیرعنوان "اُردو زبان اور احمدی برادران" الفضل ۷ ارمئی ۱۹۴۵ء میں شائع ہوا ہے۔ جو اُردو کے حق میں نہایت مفید اور دلچسپ ہے۔ اِس کے شروع میں ایک قسم کا گِلہ کرتے ہوئے سیّد صاحب موصوف رقمطراز ہیں کہ "اِس زمانہ میں جو دُرگت اُردو زبان کی برادرانِ وطن کے ہاتھوں ہو رہی ہے اُس کی کوئی حد نہیں۔" اِن الفاظ کو پڑھ کر اِس عاجز کے خیالات کچھ دیر کے لئے دہلی کے لال قلعہ کی طرف منتقل ہو گئے، اور دل نے کہا...... جب قلعہ والے ہی چل بسے تو بعد میں اُن کی پروردہ زبان کی دُرگت بنائی جانا کون سے تعجب کی بات ہے!

اصل بات یہ ہے کہ جب کوئی قوم اپنا دورِ سلطنت ختم کر لے تو پھر اُس کی پیدا کی ہوئی باتیں، اُس کا تمدن اور اُس کی زبان وغیرہ سب ہی ایک عرصہ کے بعد ماند پڑ جاتی ہیں، اور رعایا کا رجحان آہستہ آہستہ نئی باتوں اور نئے حالات کا گرویدہ ہونے لگتا ہے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ سلطنت کی تبدیلی ہمیشہ ملک میں ایک انقلاب پیدا کیا کرتی ہے۔ اور ایسے وقت میں تسخیر و تعمیر کا ایک نیا باب کُھل جاتا ہے۔ محکوم لوگ اپنے پہلے فرمانرواؤں کے جوئے سے آزاد ہو کر صحیح یا غلط شکایات کی بنا پر، اُن کے خلاف اپنے دلوں کا بخار اس طرح پر نکالا کرتے ہیں، کہ اُن کی تمام جاری کردہ چیزوں کی دُرگت بنائیں، اُن کی تہذیب اور اُن کے تمدن کو بدلیں، حتّٰی کہ اُن کی یادگاروں کو بھی مٹانے کی کوشش کریں۔ اسلامی دِلّی کے اُجڑ جانے کے بعد برادرانِ وطن کا مسلمانوں کی ہر بات کے خلاف

Digitized by Khilafat Library Rabwah

آواز اُٹھانا اور اُردو زبان کی بھی دُرگت بنانا کوئی خاص بات نہیں۔ اِس کی تہ میں غلطی یا لاعلمی بھی ہو سکتی ہے۔ البتہ یہ جو کچھ ہو رہا ہے مسلمان بادشاہوں کی ایک بڑی بھاری غلطی کے نتیجہ میں ہے۔ انہوں نے اپنے دَورِ جہانگیری میں تبلیغِ اسلام یعنی ہندوؤں کو اپنا حقیقی بھائی بنانے کی طرف سے مجرمانہ غفلت برتی تھی۔ اگر اِس وقت بذریعہ تبلیغ ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان سے غیریت کا پردہ اُٹھ جاتا تو آج ہندوستان میں نہ کوئی شدید تفرقہ نظر آتا، اور نہ ہی اُردو زبان کی یہ دُرگت بنتی۔

جہاں تک زبان کا سوال ہے، ہندو بھائی یہ بھُول رہے ہیں کہ اُردو زبان دراصل برج بھاشا سے نکلی ہے، اور برج بھاشا خالص ہندوستانی زبان ہے۔ گذشتہ زمانہ میں جب مسلمان بادشاہوں کے لشکری ہندوؤں سے بازاروں میں ملتے تھے تو اپنا مافی الضمیر ادا کرنے کیلئے کچھ اپنے اور کچھ اُن کے الفاظ میں ملی جُلی بات چیت کیا کرتے تھے۔ چونکہ اکثریت ہندوؤں کی تھی اس لئے برج بھاشا کے الفاظ ہی کثرت سے لشکریوں کی زبان پر چڑھتے گئے۔ مسلمانوں نے ہندوستان کو کبھی غیر مُلک نہیں سمجھا۔ بلکہ اسلام کی توحید بھری تعلیم کے ماتحت ان کا سیاسی نظریہ ہمیشہ یہی رہا کہ "ہر مُلک مِلکِ ماست۔ کہ مِلک خدائے ما است" اس لئے یہاں آکر بھی مسلمان نہایت اعلیٰ درجہ کے مُلکی بن کر رہے۔ اور اہلِ ہند کی برج بھاشا کو انہوں نے اختیار کرنے اور اپنانے کی کوشش کی۔ روزمرہ کے میل جول اور باہمی گفتگو کے سبب آہستہ آہستہ برج بھاشا سے ہندوستان کے اندر ایک مخلوط زبان پیدا ہو گئی، جس نے بعد میں اُردو نام پایا۔ اُردو کے معنی بازارِ لشکر کے ہیں۔ نومولود اُردو زبان کا مقدر شروع سے ہی بہت اچھا تھا، لشکریوں کے وسیلہ سے کچھ دنوں بعد یہ زبان دیوانِ عام میں پہنچ گئی، جہاں اس کے بچپن کے دن گذرے۔ پھر کچھ ہوش سنبھالا تو ترقی کر کے شاہی دیوانِ خاص میں جا پہنچی۔ جہاں اُمراء و ادباء کی مجلس میں اس نے سِنِّ بلوغت کو پایا۔ وہاں سے پھر قلعۂ معلّٰی میں حاضر ہو کر زیرِ سایۂ خسروی اُردو نے لسانی پختگی کو حاصل کیا اور ہندوستان کی مُلکی زبان بن گئی۔

مسلمانوں کے عہد میں ہندوستان کے اندر فارسی زبان کا دَور دَورہ رہا ہے۔ تمام شاہی کام، اور عدالتوں کے کام فارسی زبان میں انجام پذیر ہوتے تھے۔ جب انگریزوں کا عمل دخل ہوُا تو انہوں نے بھی ایسٹ انڈیا کمپنی کے زمانہ میں پہلے فارسی زبان سے ہی کافی مدت تک کام لیا۔ لیکن ۱۸۲۸ء میں جب لارڈ ولیم بنٹینگ گورنر جنرل ہو کر ہندوستان آئے تو اُس وقت اُن کی اصلاحات کے ماتحت عدالتوں کی زبان فارسی کے بجائے اُردو قرار پائی۔ اگر اُردو ہندوستان

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کی عام متبول زبان نہ ہوتی تو تبدیلیٔ زبان کے سوال کو انگریز اُردو سے کبھی حل نہ کرتے بلکہ ہندی یا سنسکرت یا کوئی اور زبان جس کو ہندو صاحبان مُلکی زبان کہنا چاہتے ہیں اس کو فارسی کی جگہ عدالتوں میں رائج کرتے۔ مگر اس وقت انگریزوں کا اُردو زبان کو ہی عدالتی زبان قرار دینا ثابت کرتا ہے کہ ملک ہندوستان عام فہم زبان یا "لنگا فرنیکا" اُردو ہی تھی۔ تاریخی لحاظ سے بھی مُدت سے اُردو ہی ہندوستان کی عام مُلکی زبان ہے۔

اب صدیوں بعد یہ محض زمانہ کی بوالعجبی ہے کہ اِس خالص ہندوستانی زبان کی دُرگت ہندوؤں کے ہاتھوں بن رہی ہے۔ اور اُردو کے مُلکی زبان ہونے پر ہندو صاحبان کو خلش سی محسوس ہوتی ہے۔ نہ ہوئے آج "فسانۂ آزاد" کے مصنف پنڈت رتن ناتھ صاحب سرشار آنجہانی۔ وہ یقیناً مہا سبھائی ذہنیت کو اُردو کے حق میں استوار کئے بغیر چین نہ لیتے۔ اب ان جیسی نامور ہستیوں کے اُٹھ جانے کے بعد ہی ہندو اخباروں اور تقریروں میں یہ سوال زیر بحث لایا جا رہا ہے کہ اُردو زبان ہندوستان کی مُلکی زبان ہے یا نہیں۔ لیکن خیر ہمارے نزدیک تو یہ ایک عارضی بحث ہے۔

۱۹۳۸ء میں ایک مرتبہ ریل کے سفر میں ایک مسلمان صاحب اور ایک ہندو صاحب دونوں تعلیمیافتہ اُردو زبان کے قضیہ پر بحث فرما رہے تھے۔ یہ عاجز بھی سُنتا رہا۔ بالآخر ہندو صاحب نے مجھ سے بھی اظہارِ خیال کا تقاضا فرمایا۔ مَیں نے عرض کیا کہ "آپ کی بحث تو ہندوستان کی حد تک ہی محدود رہی کہ اُردو اِس مُلک کی زبان ہو سکتی ہے یا نہیں، مجھے تو یہ ساری دُنیا کی زبان ہوتی نظر آ رہی ہے۔" وہ چونک پڑے، بولے "یہ کیسے ہو سکتا ہے؟" مَیں نے عرض کیا کہ "پرماتما کا منشا اب ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ میرے پاس تو ولایت سے انگریزوں کے خطوط میں اُردو لکھی ہوئی آتی ہے آپ ابھی تک ہندوستان کی بحث ہی لئے بیٹھے ہیں۔" یہ سُنکر اُن کو اور حیرت ہوئی، اور میری طرف زیادہ متوجہ ہو گئے۔

تب مَیں نے بتلایا کہ "مَیں احمدی ہوں اور جماعت احمدیہ قادیان سے تعلق رکھتا ہوں۔ ہماری جماعت کے مبلّغ دُنیا میں اسلام کی تبلیغ کر رہے ہیں۔ جا بجا ہمارے مشن قائم ہیں۔ اِس زمانہ کے اوتار حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لٹریچر قریباً سارے کا سارا اُردو زبان میں ہے اور ہمارے مبلّغ دُنیا کے جس مُلک میں جاتے ہیں حضور علیہ السلام کی اُردو کتابیں بھی ساتھ لیکر جاتے ہیں۔ یورپ میں اور امریکہ میں، چین میں اور جاپان میں، افریقہ میں اور آسٹریلیا میں، غرضیکہ ہر جگہ احمدی مبلّغ کام کر رہے ہیں۔ غیر ممالک میں نئے مسلمان ہونے والوں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

میں سے بعض دوست محض احمدی لٹریچر سے پوری واقفیت حاصل کرنے کے شوق میں اُردو زبان بھی سیکھتے ہیں۔ چنانچہ میرے ایک دوست (صوفی عبد القدیر صاحب بی۔ اے) جب مبلّغ ہو کر ولایت گئے تو انہوں نے بھی بعض نو مسلم انگریزوں کو اُردو پڑھائی۔ جن میں سے بعد تعارف بعض کے خطوط میرے پاس آئے تو اُن میں اُردو بھی لکھی ہوئی تھی۔ اِسی طرح دُنیا کے کناروں تک احمدی مبلّغوں کے ذریعہ اُردو زبان بھی پہنچ رہی ہے۔ چونکہ اللہ تعالےٰ کا یہ منشاء ہے کہ دُنیا میں احمدیوں کے ذریعہ اسلام پھیلے، اس لئے دُنیا بھر میں اب انشاء اللہ العزیز اُردو بھی پھیل کر رہے گی۔ سو یہ بات بالکل درست ہے کہ اُردو ساری دُنیا کی زبان ہونے والی ہے۔" اِس پر وہ دونوں مسافر صاحبان اپنی بحث بھول گئے کہ اُردو ہندوستان کی زبان ہو سکتی ہے یا نہیں۔

سچی بات یہ ہے کہ احمدی جماعت کے سامنے، جس کی نگاہیں صدیوں آگے پڑ رہی ہیں، اور جس کا فکر اور جس کا غم، جس کی راحت اور جس کی زندگی اشاعتِ اسلام کے لئے وقف ہے، اور جس کے پاس روحانی علم و عرفان کے خزانے اُردو زبان میں موجود ہیں، اور جو بنی نوعِ انسان کی بہتری کا پروگرام اُردو زبان میں لئے ہوئے ہے ...... ایسی کوئی بحث کہ اُردو ہندوستان کی مُلکی زبان ہو سکتی ہے یا نہیں، بھلا معنے ہی کیا رکھ سکتی ہے؟ یہ صورت کہ "اِس زمانہ میں جو دُرگت اُردو زبان کی برادرانِ وطن کے ہاتھوں ہو رہی ہے اُس کی کوئی حد نہیں" محض ایک عارضی صورت ہے کیونکہ یہ تجدیدِ اسلام کا زمانہ ہے۔ تُرکوں نے بھی اسلام لانے سے قبل بغداد میں اسلامی سلطنت کی اینٹ سے اینٹ بجا دی تھی۔ لیکن بعد میں جب یہی ترک بفضلہٖ ایزدی من حیث القوم حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے تو بہترین حاملِ دینِ متین و خدام الحرمین شریفین ثابت ہوئے۔ آج برادرانِ وطن بھی اگر لاعلمی کی وجہ سے اُردو کی دُرگت بناتے نظر آ رہے ہیں تو کیا مضائقہ ہے۔ یہ کوئی خاص اندیشہ کی بات نہیں۔ انشاء اللہ العزیز کل کو یہی فائدہ شناس لوگ حضرت کرشن قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیلہ سے حلقہ بگوشِ اسلام ہو کر بہترین خادمِ اسلام اور بہترین خادمِ اُردو زبان ثابت ہوں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

"مَیں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ مجھے یہ بھی صاف لفظوں میں فرمایا گیا ہے کہ پھر ایک دفعہ ہندو مذہب کا اسلام کی طرف زور کے ساتھ رجوع ہو گا۔" (تذکرہ صفحہ ۲۸۰)

خدا تعالےٰ کے وعدے سچے ہوتے ہیں۔

نیز حضرت امیر المومنین مصلح موعود ایدہ اللہ الودود فرماتے ہیں:۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

"چونکہ اِس زمانہ کے مامور حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر عربی زبان کے بعد اُردو میں الہام کثرت سے ہوا ہے، مَیں سمجھتا ہوں کہ اِس آیت (بِلِسَانِ قَوْمِهٖ) کو مدنظر رکھتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ آئندہ زبان ہندوستان کی اُردو ہوگی۔ اور دوسری کوئی زبان اُس کے مقابل پر نہیں ٹھہر سکے گی۔" (تفسیر کبیر ص۴۴۴)

لہٰذا اُردو زبان کی طرف سے ہمیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ اصل فکر کی بات ہمارے سامنے اپنے فرائض کی ادائیگی یعنی تبلیغ ہے۔ جس قدر زیادہ تندہی سے ہم تبلیغ کا کام سرانجام دینگے اور جماعت بڑھے گی، اُسی نسبت سے یہ فروعی خدشات ہمارے سامنے سے خود بخود کم ہوتے جائینگے۔ حضرت امیرالمومنین کا یہ مطالبہ یاد رہے کہ ہندوستان میں کم از کم چار کروڑ احمدیوں کی جلد ضرورت ہے...... پروفیسر لین پول نے لکھا ہے کہ شہنشاہ اورنگ زیب کے زمانہ میں مسلمانوں کی تعداد ہندوستان میں چار کروڑ کی تھی۔

باقی اُردو زبان کی تائید و ترویج کے سلسلہ میں جناب سید غلام حسین صاحب نے جتنی باتیں "اپنے ذوق کے مطابق" تحریر فرمائی ہیں وہ بلاشبہ ہر احمدی کے لئے نہایت درجہ پیاری، مفید و اعلیٰ قسم کی ہیں۔ مثلاً فرماتے ہیں کہ "........ بارہ۱۲ سال متواتر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا۔ مگر مَیں نے حضور علیہ السلام کی زبانِ مبارک سے ہمیشہ اُردو زبان میں گفتگو اور تقریر سُنی۔ .... حضور علیہ السلام کی صحبت اور برکت سے مجھے اُردو زبان سے محبت ہوگئی اور مَیں بیعت کے بعد ہی اُردو میں بات چیت کرنے لگا۔ حالانکہ ٹھیٹھ پنجابی تھا۔" آگے فرماتے ہیں کہ "مَیں نے اپنی اولاد کو نصیحت کر رکھی ہے کہ وہ ہمیشہ اُردو بولا کرے ...... یہ محض اس لئے کہ میرے آقا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اُردو بولتے تھے۔" نیز "میرا دل تو یہ بھی چاہتا ہے کہ سب احمدی احباب خصوصاً ہندوستان کے رہنے والے تو ضرور ہی اُردو بولا کریں۔" اِن مختصر مگر جامع الفاظ میں جن اعلیٰ دلی جذبات اور پُرخلوص محبّت کا اظہار ہے، اور جس عملی نمونہ کو پیش کر کے نہایت لطیف پیرائے میں جماعت احمدیہ کو خصوصیّت سے اُردو زبان اختیار کرنے اور اُس کو رائج کرنے کی ترغیب دلائی ہے وہ محتاجِ بیان نہیں۔ احمدی جماعت کو ہر جگہ اس کی طرف ضرور عملاً پوری توجہ دینی چاہیئے اور دُنیا کے کونے کونے میں اُردو کو رائج کرنا چاہیئے۔ ہمارے سامنے یہ ہندوستان کا سوال نہیں بلکہ ساری دُنیا کا سوال ہے۔

یہ بات سمجھنے کے لئے کہ اُردو زبان کس طرح دُنیا میں رائج ہوسکتی ہے اور اس کے کیا امکانات

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہیں۔ ہم انگریزی زبان کی قریبی اور کامیاب مثال کو لے سکتے ہیں۔ یہ زبان تجارت پیشہ انگلش قوم کی زبان ہے، جو چند صدیوں پیشتر تجارت اور اس کے فروغ کے سلسلہ میں برطانیہ کے جزیرہ سے نکلی تھی اور آہستہ آہستہ انگریزوں کی اَن تھک کوششوں کیساتھ دُنیا میں پھیلتی گئی۔ ہندوستان میں یہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے ساتھ آئی تھی ۱۸۳۵ء میں لارڈ میکالے نے جو اس وقت گورنر جنرل کی کونسل میں قانونی مشیر تھے انگریزی زبان کو ہندوستان میں رائج کرنیکی زبردست کوشش کی۔ چنانچہ بحکم گورنر جنرل انگریزی بھی اسکولوں اور کالجوں میں پڑھائی جانے لگی۔ اسی طرح دُنیا میں جہاں بھی انگریزوں کے قدم پہنچے انہوں نے وہاں انگریزی زبان کو بھی رواج دینے کی پوری کوشش کی۔ نتیجہ یہ کہ آج ہمارے سامنے انگریزی زبان دُنیائے تجارت کی زبان بنی ہوئی ہے۔ اور تمام دُنیا کو فائدے پہنچا رہی ہے۔ اگر انگریزی زبان سب کے لئے یکساں تجارتی فوائد اپنے اندر نہ رکھتی تو ممکن نہ تھا کہ اِس وسعت کے ساتھ دُنیا میں پھیل سکتی۔ اس کی تین سو سالہ تاریخ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتداء سے انگریزی زبان کے ساتھ **سیاحت** رہی، **سعی بلیغ** رہی، اور پھر خود زبان کے اندر **فائدہ رسانی کا جوہر** بھی موجود تھا۔

اس مثال کی روشنی میں اُردو پر نظر ڈالیئے تو معلوم ہوگا کہ ابتداء سے جو موافق حالات دُنیا میں پھیلنے کے لئے انگریزی زبان کو میسر آئے بفضلہٖ تعالےٰ اسی قسم کے حالات مگر دینی رنگ کے آج اُردو زبان کو بھی عالمگیر بننے میں میسر آرہے ہیں اور بفضلہٖ بہت امید افضاء ہیں۔ مثلاً (۱) **سیاحت** کے سوال کو مبلّغینِ سلسلہ عالیہ احمدیہ نے حل کرنا شروع کردیا ہے۔ دُنیا کے جس مُلک میں وہ پہنچتے ہیں اُردو اُن کے ساتھ جاتی ہے۔ نیز اُن کی رپورٹیں تجارت کے دروازے بھی سلسلہ کے لئے کھول رہی ہیں۔ اب ہماری سیاحت میں انشاء اللہ ہندوستان کے احمدی تاجروں کا بھی نمایاں حصہ ہوگا۔ . . . . . حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے تجارت کو بہت اچھا اور مستحسن پیشہ قرار دیا ہے . . . . . . سو تجارت کے ذریعہ بھی اُردو زبان اپنے وطن سے باہر پہنچ کر انشاء اللہ متعارف ہوگی۔ (۲) **سعی بلیغ** کے ضمن میں اُردو زبان کی یہ خوش قسمتی ہے کہ دُنیا میں پھیلنے کے لئے اِس کو جماعت احمدیہ جیسی فعال جماعت کی ہمدردی مِل گئی ہے جو سعی بلیغ کے معنے بفضلہٖ تعالےٰ عملاً جانتی ہے۔ "براہین احمدیہ" کے زمانے سے جب قدرت نے ترقی اسلام کے ساتھ ترقی اُردو کو بھی وابستہ کر دیا۔ اور خدمتِ اسلام کے لئے جماعت احمدیہ کو ہی منتخب فرمایا، تو اس سے زیادہ سعی بلیغ کی ضمانت اُردو کے لئے اور کیا ہوگی۔ اُردو اپنی اِس خوش قسمتی پر جتنا فخر کرے کم ہے۔ (۳) **فائدہ رسانی کا جوہر** بھی اُردو زبان میں اب بافراط موجود ہے اور یہ نافع لِلنّاس بن چکی ہے۔ کیونکہ اِس زمانہ میں دُنیا کی بہتری اور فائدہ کے لئے وحی الٰہی اُردو میں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بھی نازل ہوئی ۔ پھر قرآن مجید کے معارف وحقایق اور اسلامی کمالات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ زیادہ تر اُردو زبان میں ہی کھلے ۔ حضرت امیر المومنین مصلح موعود ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی "تفسیر کبیر" بھی اُردو میں ہے ۔ غرضیکہ احمدیت یعنی حقیقی اسلام کی وہ زبردست روح جو ساری دُنیا کے لئے پیغامِ حیات ہے، وہ اِس زمانہ میں بکمالِ حُسن وصفائی تمام اُردو زبان کے قالب میں ہی بسی ہوئی ہے ۔ دُنیا جو حقیقی امن کی متلاشی ہے، اب انشاء اللہ العزیز اُردو کو بھی لازماً اپنائے گی ۔ کیونکہ اسی زبان میں اب جوہرِ زندگی ہے ۔

انگریزی زبان کی مثال پر اگر یہ سوال پیدا ہو کہ انگریزی تو دُنیوی فوائد لیکر اُٹھی تھی، اِس لئے دُنیا میں پھیل گئی ۔ مگر اُردو زبان تو زیادہ تر دینی قسم کے فوائد پیش کر رہی ہے، بحالیکہ دُنیا دین کی طرف سے سخت بے رغبت ہے پھر کیونکر اُردو زبان کامیابی کے ساتھ دُنیا میں پھیل سکتی ہے؟ ...... تو اِس کا جواب یہ ہے کہ دین کی طرف سے دُنیا کی موجودہ بے رغبتی ہی اُردو کے پھیلنے کی زبردست ضمانت اپنے اندر رکھتی ہے ۔ اِس بے رغبتی کو مٹانے کی خاطر ہی تو اسلام کا دَورِ تجدید دُنیا میں شروع ہوا ہے ۔ اور جبکہ اس دَور کا بہترین مایۂ ناز اسلامی لٹریچر اُردو میں ہے ۔ اور جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ کے ماتحت انشاء اللہ دُنیا کی لامذہبی اب بالیقین مٹ کر رہے گی، تو پھر دُنیا میں تجدید واشاعتِ اسلام کے ساتھ ساتھ اُردو زبان کے پھیلنے میں کیا شک وشبہ ہوسکتا ہے ۔ انگریزی بے شک محض دُنیوی فوائد لیکر اُٹھی تھی، مگر اُردو دینی اور دُنیوی دونوں فوائد لے کر اُٹھ رہی ہے ۔ یعنی قرآنی فوائد ۔ اور قرآنی فوائد میں جیسا کہ تاریخِ عالم شاہد ہے تمام اعلیٰ قِسم کے دُنیوی فوائد بھی شامل ہیں ۔ اِسی لئے اُردو کے سامنے کوئی خاص رُکاوٹ نہیں، یہ انشاء اللہ پھیل کر رہے گی ۔

وقت آرہا ہے، اور اگر ہم دیوانہ وار تبلیغ میں لگ جائیں تو دُور نہیں جبکہ اُردو زبان نہ صرف ہندوستان بلکہ سارے جہان میں انشاء اللہ عزت کے ساتھ مقبول ہوگی ۔ اہلِ نظر اِس کی اہمیت کو دیکھ رہے ہیں ۔ جناب محمد مارماڈیوک پکتھال نے اپنے مشہور آٹھ لیکچروں میں جو "تمدنِ اسلام" پر ۱۹۲۷ء میں انہوں نے مدراس میں دیئے تھے، چوتھے لیکچر کے آخر میں اُردو زبان کو اسلام کی چوتھی بڑی زبان قرار دیا ہے ۔ یعنی عربی، فارسی اور تُرکی کے بعد اب خالص ہندوستانی زبان اردو بھی اسلامی صف میں نظر آرہی ہے ۔ اور لطف یہ کہ اِس زمانہ میں ہی ایسے خیالات کا اظہار شروع ہوا ہے ۔ ورنہ احمدیت سے پہلے اُردو ایک مُلکی زبان سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتی تھی ۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

احمدیت نے آکر اُس کی قسمت کو چار چاند لگا دیئے۔ ایک طرف فی زمانہ اُردو زبان کا اسلامی صف میں نظر آنا، اور دوسری طرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ پیشگوئی کہ "پھر ایک دفعہ ہندو مذہب کا اسلام کی طرف زور کے ساتھ رجوع ہوگا۔" اور حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا یہ ارشاد کہ "آئندہ زبان ہندوستان کی اُردو ہوگی ......" یہ سب مل کر ہندوستان کی مُلکی زبان کے سوال کو تو ہمیشہ کے لئے حل کر دیتے ہیں۔ آگے اُردو کے عالمگیر بننے کے قوی امکانات وقرائن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اِس فرمانِ مبارک میں موجود ہیں:۔ "خدا تعالےٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے عظمت دے گا۔ اور میری محبت دلوں میں بٹھائے گا۔ اور میرے سلسلہ کو تمام زمین میں پھیلائے گا.......... ہر ایک قوم اِس سرچشمہ سے پانی پئے گی .... اور یہ سلسلہ زور سے بڑھے گا۔ اور پھُولے گا۔ یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جائے گا۔" (تجلیاتِ الٰہیہ ص۲۱) احمدیت کے محیط ہونے پر مرکزِ احمدیت کی زبان اُردو بھی انشاءاللہ عالمگیر حیثیت اختیار کرے گی۔

مستقبل کی جہت سے بھی اُردو کی اہمیت واضح ہے۔ پیشگوئیوں کے مطابق جب سلسلہ عالیہ احمدیہ ساری دُنیا پر محیط ہونے والا ہے، اور اقوامِ عالم نے اِس چشمۂ اسلامی سے پانی پینا ہے، تو ظاہر ہے کہ آئندہ زمانہ میں انشاءاللہ مختلف ممالک اور ولایتوں کے لوگ کثرت سے اس سلسلہ میں داخل ہوں گے۔ اُس وقت ان کو متحد الخیال اور نظامِ مرکز سے وابستہ رکھنے کے لئے ضروری ہوگا کہ دُنیائے احمدیت میں ایک زبانِ ملت بھی رائج ہو۔ کیونکہ یہ مانی ہوئی بات ہے کہ وحدتِ ملّی ہمیشہ وحدتِ لسانی کو بھی چاہتی ہے، تا شیرازۂ ملت بندھا رہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ اب اردو زبان کو ہی زبانِ ملت بننے کا حق حاصل ہے۔ کیونکہ اِس صدی سے یہ قرآن مجید کی تفسیری زبان ہے یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زبان ہے۔ اور یہ ہی مرکزِ احمدیت کی زبان ہے۔ آج ہمارے سب کام اُردو میں ہو رہے ہیں۔ مرکزی سالانہ جلسے اور مشاورتوں کے اجلاس بھی اُردو میں منعقد ہوتے ہیں۔..... دو ایک صدی بعد کے جلسے اور مشاورتیں بھی ذرا مدِّ نظر رہیں۔ اگر ابھی سے اُردو زبان عام طور پر احمدیوں میں رائج نہ کی گئی، تو کیا آئندہ مرکزی جلسوں اور مشاورتوں میں مختلف زبانوں میں تقریریں ہُوا کریں گی؟ ہرگز نہیں۔ کیونکہ کثرتِ لسانی کو تسلیم کرنا وحدتِ ملّی کے منافی ہوگا۔ پس ضروری ہے کہ ہم اُردو کو لے کر ابھی سے دُنیا بھر میں وحدتِ ملّی کے لئے وحدتِ لسانی کی بھی داغ بیل ڈال دیں۔ چاہئے کہ ہر جگہ کے احمدی احباب آپس میں اُردو بولا کریں مبلّغینِ سلسلہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہر ملک میں قرآنی تعلیم کے ساتھ ساتھ اُردو زبان کو بھی رائج کرنے کی پوری کوشش فرمائیں۔ دنیا میں جس جس جگہ احمدی مدرسے جاری ہیں، یا آئندہ جاری ہوں، اُن میں عربی کے علاوہ اُردو زبان بھی ضرور پڑھائی جائے۔ قاعدہ یسرنا القرآن (اُردو) کے ذریعہ اطفالِ احمدیہ کو ابھی سے اُردو کے راستہ پر ڈال دیں۔ تا آئندہ نسلیں ہر جگہ اُردو سے واقف ہوں۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کُتب مطہرہ اور سلسلہ کے مرکزی لٹریچر سے مستفیض ہو سکیں، اور دوسروں کو مستفیض کریں۔ اب بنی نوع انسان کی بہتری اور فائدہ کے لئے سارے عالم میں اُردو کا پھیلنا بھی از بس ضروری ہے۔ اللہ تعالےٰ ہمارا حامی و مددگار ہو، ہمارے نیک ارادوں اور ناچیز کوششوں میں برکت ڈالے، اور ہر جگہ ہمیں اُردو زبان رائج کرنے کی توفیق بخشے اور کامیابی عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین ؛

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سلسلۂ خلافت ٹوٹ جانیسے مسلمانوں کو کیا کیا نقصانات پہنچے

(مولوی عبدالقادر صاحب مولوی فاضل)

قیامِ خلافت کے متعلق وعدہ الٰہی

وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَھُمْ دِیْنَھُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَھُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّھُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِھِمْ اَمْنًا ؕ یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئًا ؕ وَمَنْ کَفَرَ بَعْدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝

(سورۂ نور عٓ)

اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں سے پانچ باتیں بیان فرمائی ہیں۔ اوّل وہ لوگ جو ایمان لائیں گے اور اچھے اعمال بجالائیں گے اللہ تعالےٰ یقیناً اُن کو زمین میں اپنا خلیفہ بنائے گا، بالکل اسی طرح جس طرح اس نے ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا۔ دوم وہ یقیناً ان کے لئے اس دین کو مستحکم کردے گا جو اُس نے ان کے لئے پسند کیا ہے۔ سوم وہ یقیناً ان کو ان کے خوف کے بعد امن سے بدل دیگا۔ چہارم۔ وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ پنجم جو اس کے بعد انکار کریں گے وہ پورے نافرمان ہوں گے۔

اس آیت سے پتہ لگتا ہے کہ جس قدر اللہ تعالےٰ نے خلافت پر زور دیا ہے اس قدر کسی اور بات پر زور نہیں دیا۔

طریقِ انتخاب

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو خلیفہ کے انتخاب کے لئے کیا تعلیم دی ہے۔ سو یاد رکھنا چاہئے، کہ اللہ تعالےٰ انتخابِ حاکم

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کے متعلق اصولی تعلیم دیتا ہوا فرماتا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤی اَھْلِھَا وَاِذَا حَکَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْکُمُوْا بِالْعَدْلِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ نِعِمَّا یَعِظُکُمْ بِہٖ ؕ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ سَمِیْعًۢا بَصِیْرًا ۝ (نساء ع ۸)

یعنی اللہ تعالےٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ حکومت کی امانتوں کو اُن کے حقدار لوگوں کے سپُرد کیا کرو۔ اور جب اے حاکمو! تم حاکم بن جاؤ تو تمہارا فرض ہوگا، کہ تم عدل کے ساتھ حکمرانی کرو۔ اللہ تعالےٰ جس امر کی تمہیں نصیحت کرتا ہے وہ بہت اچھی ہے اور اللہ تعالےٰ سُننے والا جاننے والا ہے۔

اِس آیت میں اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو بتایا ہے کہ خلیفہ[۱] کا انتخاب تمہارے سپُرد ہے۔ نیز یہ ایک مقدّس امانت ہے، تمہیں چاہئے کہ تم اسے اسی شخص کے سپُرد کرو جو اسکا اہل ہو۔ دوسرے[۲] خلیفہ کو حکم دیا کہ دیکھنا! حکومت ایک امانت ہے جو تمہاری موت تک تمہارے سپُرد کی گئی ہے، تمہارا فرض ہے کہ اسے بلاخراب یا تباہ کرنے کے اپنی وفات کے وقت واپس کرو۔ یعنی بتایا کہ خلافت تمہاری ذاتی جائیداد نہیں، کہ تم اسے مرتے وقت اپنی اولاد کو بطور ورثہ سپُرد کر جاؤ، بلکہ یہ قوم کی امانت ہے جو صرف تمہارے سپُرد کی گئی ہے، نہ کہ نسلاً بعد نسلٍ تمہاری اولاد کے لئے بھی۔

اِس آیت سے اشارۃ النّص کے طور پر یہ بھی معلوم ہوتا ہے، کہ مسلمان اِس معاملہ میں کمزوری دکھائیں گے اور پھر بادشاہت کی طرف رجوع کریں گے۔ مگر فرمایا کہ دیکھو! جو نصیحت ہم نے کی ہے، کہ وراثت کی بادشاہت کے قریب بھی نہ جاؤ۔ یہ ایک نہایت ہی اہم اور مفید نصیحت ہے اور اللہ تعالےٰ نے تمہاری حالتوں کو...... دیکھ کر اور تمہاری دُعاؤں کو سُنکر تمہیں یہ طریق حکومت بتایا ہے۔ پس اِس کی ناقدری اور ناشکری نہ کرنا۔

فرائضِ خلیفہ

اب ہم نے اِس امر پر غور کرنا ہے کہ خلیفہ کے سپُرد کام کیا کیا ہیں، جن کا سرانجام دینا اُس کے لئے ضروری ہے۔ سو واضح رہے کہ خلیفہ چونکہ نبی کا قائم مقام ہوتا ہے، اس لئے جو کام اس کے متبوع کا ہو وہی تابع کا ہونا ضروری ہے۔ قرآن پاک کی نصِّ صریح سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سپُرد اُمّتِ محمدیہ کی اصلاح کے لئے چار اہم کام تھے۔ اوّل تلاوتِ آیات۔ دوم تعلیم کتاب۔ سوم تزکیہ نفوس۔ چہارم تعلیم حکمت۔ گویا اپنے متبوع نبی کی اُمّت کی ہر قسم کی نگرانی اس کے سپُرد ہوتی ہے۔ سیاسی، جسمانی،

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مذہبی، روحانی ہر قسم کے امور میں وہ اُن کا نگران ہوتا ہے۔

مضمون کے عنوان کے مطابق جب ہم تفصیلی طور پر غور کرتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صحیح رنگ میں خلافت کب تک قائم رہی، اور یہ کہ اُس کے مفقود ہو جانے سے اُمت کو کیا کیا نقصانات پہنچے، تو ہم اِس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ پہلے چار خلفاء یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سچے جانشین تھے۔ لیکن بعد کے خلفاء گو کہلاتے خلیفہ ہی رہے، لیکن درحقیقت وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے جانشین نہ تھے محض اُمتِ محمدیہ میں اپنے اثر و رسوخ کو پیدا کرنے کی خاطر اور اپنے آپ کو عوام النّاس میں محبوب بنانے کی خاطر انہوں نے خلیفہ کا لفظ اپنے ساتھ لگا رکھا تھا۔ چنانچہ اسلامی تاریخ سے دلچسپی رکھنے والے احباب کو معلوم ہو گا کہ جب ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے حضرت سلمان فارسیؓ سے دریافت کیا کہ آیا آپ کے نزدیک مَیں بادشاہ ہوں یا خلیفہ؟ تو انہوں نے جواباً فرمایا، کہ اگر آپ کسی مسلمان سے ایک درہم یا اُس سے کم و بیش وصول کر کے بیجا خرچ کریں تو آپ بادشاہ ہیں ورنہ خلیفہ۔ اِس سے ظاہر ہے کہ پہلے چار خلفاء جنہیں اسلامی اصطلاح میں خلفاءِ راشدین کہا جاتا ہے، درحقیقت وہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خلفاء کہلانیکے مستحق تھے۔ بعد میں آنے والے خلفاء چونکہ بیت المال کو اپنی ذاتی جائیداد سمجھتے تھے اس لئے وہ ہرگز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے جانشین نہیں کہلا سکتے۔

برکاتِ خلافتِ راشدہ

گو بظاہر مضمون کے عنوان کے لحاظ سے یہ امر بے تعلق معلوم ہوتا ہے کہ احباب کو خلافتِ راشدہ کی برکات سے آگاہ کیا جائے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ جب تک یہ نہ بتایا جائے کہ خلفاءِ راشدین اصلاحِ اُمت کے لئے کیا کیا کام کرتے تھے، اُس وقت تک یہ نہیں بتایا جا سکتا کہ اُن کے بعد مسلمانوں کو کیا کیا نقصانات پہنچے۔ اس لئے اب مَیں مختصراً خلافتِ راشدہ کی برکات کا ذکر کرتا ہوں اور پھر بتاؤں گا، کہ آیا اُمتِ محمدیہ بعد میں آنے والے خلفاء کے زمانہ میں بھی اُن برکات سے مستفیض ہوتی رہی یا وہ محض شاہانہ رنگ میں حکومت کرتے رہے۔ سو خلفاءِ راشدین کے حالات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ:-

اوّل:- خلیفہ مسلمانوں کی صائب الرّائے جماعت کے انتخاب سے مقرر ہوتا تھا۔ اس انتخاب میں وراثت یا خاندانی حقوق کو مطلق دخل انداز نہیں ہونے دیا جاتا تھا۔ گویا مسلمان جس

Digitized by Khilafat Library Rabwah

شخص کو خلافت کے قابل سمجھتے تھے، اُس کے ہاتھ میں حکومت کی باگ ڈور دے دیتے تھے۔ اور وہ تمام عمر اس اہم عہدہ کو ایک مقدس امانت کی طرح اپنے پاس رکھتا تھا۔ چنانچہ آنحضرت صلعم کی وفات پر تمام صحابہؓ نے متفقہ طور پر حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے ہاتھ پر بیعت کرلی تھی۔ آپؓ نہ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رشتہ دار تھے، اور نہ خاندانی طور پر آپؓ کو دوسرے صحابہؓ پر کوئی فوقیت حاصل تھی۔ چنانچہ تاریخ سے ثابت ہے کہ آپؓ کے والد جن کی کُنیت ابو قحافہ مشہور تھی، کو جب اِس امر کا علم ہوا کہ حضرت ابوبکرؓ خلیفہ منتخب ہوگئے ہیں تو انہوں نے تعجب سے کہا، کہ کیا قریش ابن ابو قحافہ کے ہاتھ پر مجتمع ہوگئے ہیں؟

غرض آپؓ کو محض اِس وجہ سے مسلمانوں نے آنحضرت صلعم کا خلیفہ بننے پر مجبور کیا، کہ آپؓ ہر رنگ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خلافت کے اہل تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے اپنی وفات کے قریب سب سے پہلے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو بُلا کر خلافت کے متعلق مشورہ لیا۔ پھر حضرت عثمان رضؓ سے رائے لی۔ پھر حضرت علیؓ کو بُلایا۔ اور سب سے آخر حضرت طلحہؓ سے مشورہ کرنے کے بعد حضرت عمرؓ کی خلافت کے متعلق حضرت عثمانؓ کو بُلا کر وصیت نامہ لکھنے کا حکم دیا۔ حضرت عمر فاروقؓ کو جب شدید زخم لگا تو آپؓ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت زبیرؓ بن العوامؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ اور حضرت عثمانؓ کو طلب فرمایا یعنی قوم کے بہترین اور متقی اصحاب کو بُلا کر فرمایا کہ آپ لوگ تین دن کے اندر اندر اپنے میں سے کسی کو خلیفہ منتخب کرلینا۔ پھر اپنے بیٹے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو بلا کر فرمایا کہ تم کو رائے دینے کا تو حق ہے مگر خلافت کا نہیں۔ اس سے پتہ لگتا ہے کہ حضرت عمرؓ اپنے بیٹے عبداللہ بن عمرؓ کو اہل الرائے سمجھتے تھے اور وہ خلافت کے بار کو بھی اُٹھانے کے قابل تھا۔ مگر اس لئے کہ خلافت کو بعد میں آنے والے لوگ ورثہ نہ سمجھ لیں۔ آپؓ نے فرمایا کہ عبداللہ خلیفہ نہیں ہوسکے گا۔ چنانچہ جب کسی شخص نے عبداللہ بن عمر کا نام لیا تو آپؓ نے فرمایا کہ بارِ خلافت کی ذمہ واری میرے ہی لئے کیا کم ہے کہ میں اپنے خاندان پر بھی یہ بوجھ ڈال دوں۔ ہاں آج اگر ابو عبیدہؓ زندہ ہوتے تو مَیں اُن کو اپنا قائم مقام کردیتا۔ اگر اللہ تعالیٰ مجھ سے اِس کی بازپُرس کرتا تو مَیں کہہ دیتا کہ مَیں نے تیرے نبی سے سُنا تھا کہ ابو عبیدہؓ اس اُمت میں امین ہے۔ یا ابو حذیفہؓ کا غلام سالم ہوتا تو اُس کو خلیفہ بنا دیتا۔ اور اللہ تعالیٰ سے کہتا کہ سالم لِلّٰہیت کا شیدائی تھا، اس لئے مَیں نے اُسے خلیفہ بنا دیا۔ حضرت عثمانؓ نے اپنی زندگی میں اپنے قائم مقام کا کوئی انتظام نہیں کیا، بلکہ اس معاملہ کو مسلمانوں پر چھوڑ دیا۔ آپؓ کی شہادت پر جب مسلمانوں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو خلیفہ بنانا چاہا تو انہوں نے انکار کیا، مگر لوگوں نے کہا کہ اُمت آپ کے سوا اور کسی کو منظور نہیں کر سکتی، اگر آپ انکار کریں گے تو مسلمانوں میں تفرقہ پڑ جائے گا۔ اس پر آپؓ نے لوگوں سے بیعت لی۔ پس آپؓ کی خلافت تک ہی یہ انتظام رہا، کہ خلیفہ کا انتخاب مسلمانوں کی رائے سے ہوتا رہا۔ بعد میں جب خلافتِ بنو امیہ کی بُنیاد پڑی تو خلافت بادشاہت کے رنگ میں تبدیل ہو گئی۔

دوم۔ خلیفہ بیت المال کا مالک نہیں سمجھا جاتا تھا، بلکہ خلفاء اسے قومی مال سمجھتے تھے جس میں سے وہ اپنا گذارہ بھی آپ مقرر نہیں کر سکتے تھے، بلکہ مسلمانوں کی مجلسِ شوریٰ اُن کے لئے گذارہ مقرر کرتی تھی۔ چنانچہ خلفاءِ راشدین میں سے کسی خلیفہ نے بھی اپنے مقررہ گذارہ کے سوا بیت المال سے ایک حبہ تک بغیر اجازت عامۃ النّاس اپنی ذات پر خرچ نہیں کیا۔ ایک دفعہ حضرت عمرؓ کو کسی مرض کی وجہ سے اطباء نے شہد کھانے کو کہا۔ آپؓ کے پاس شہد نہ تھا، اور نہ ہی اس قدر جلدی کسی اور جگہ سے مل سکتا تھا، البتہ بیت المال میں تھوڑا سا شہد موجود تھا۔ لوگوں نے کہا آپ اس شہد کو استعمال فرما دیں۔ آپؓ نے فرمایا، یہ سارے مسلمانوں کا مال ہے جب تک تمام لوگ اجازت نہ دیں گے، مَیں استعمال نہیں کروں گا۔ چنانچہ سب لوگوں نے اجازت دی، تب استعمال کیا۔

سوم:۔ خلفاءِ راشدین کے زمانہ میں عہود کی پابندی اس حد تک تھی، کہ جب حضرت خالدؓ کو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے مسیلمہ کذاب کے لشکر کی سرکوبی کے لئے بھیجا تو بنو حنیفہ شکست کھا کر بھاگ گئے اور اپنے قلعوں میں جا کر پناہ گزین ہو گئے۔ آخر انہوں نے اس شرط پر مصالحت کی کہ انہیں قتل نہ کیا جائے، ہاں نقد مال اور ہتھیار سب ضبط کر لئے جائیں، اور جس قدر اسیرانِ جنگ ہیں اُن میں سے ایک چہارم لے لئے جائیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت خالدؓ کے نام ہدایت نامہ لکھا تھا کہ بنو حنیفہ کے مقاتلین قتل کر دیئے جائیں۔ یہ مکتوب معاہدہ صلح کے بعد پہنچا، اسلئے حضرت خالدؓ نے اپنی ہی شرائط کو پورا کیا۔

حضرت عمر فاروق کے زمانہ میں ہرمزان جو ایرانی لشکر کا سردار تھا، جب اُس نے دیکھا کہ اب مسلمانوں کا مقابلہ مشکل ہے تو فصیل کے بُرج پر سے پکار کر کہا، کہ مَیں اس شرط پر اُترنے کے لئے تیار ہوں، کہ تم مجھ کو اپنے خلیفہ کے پاس بھیجدو، وہ میری بابت جو حکم دیں گے مَیں اُسی پر راضی ہوں۔ مسلمانوں نے اُسے ایک وفد کے ہمراہ حضرت عمرؓ کے پاس بھیجدیا۔ حضرت عمرؓ اکیلے مسجد نبویؐ میں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

فرش پر آرام فرمارہے تھے۔ ہرمزان سمجھتا تھا کہ مسلمانوں کا بادشاہ بڑی شان سے دربار میں بیٹھا ہوگا، مگر حضرت عمرؓ کو اِس سادگی کی حالت میں دیکھ کر حیران رہ گیا۔ حضرت عمرؓ نے ترجمان کی وساطت سے اُسے پُوچھا کہ یہ بتاؤ کہ اِس بات کا تمہارے پاس کیا جواب ہے، کہ بار بار معاہدے کرکے تم اُن کو توڑتے رہے۔ جواب دینے سے قبل اُس نے پانی مانگا۔ جب پیالہ دیا گیا، تو اُس کا ہاتھ کانپنے لگا۔ اُس نے کہا، کہ مجھے یہ ڈر ہے کہ کہیں پانی پینے سے پہلے نہ قتل کیا جاؤں۔ حضرت نے فرمایا، "جب تک تم اِس پانی کو پی نہیں لوگے قتل نہیں کئے جاؤ گے۔" یہ سُنکر اُس نے پانی کو پھینک دیا، کہ مجھے پانی کی ضرورت نہیں، مَیں تو امان لینا چاہتا تھا۔ چنانچہ اپنے الفاظ کا احترام کرتے ہوئے حضرت عمرؓ کو پناہ دینا پڑی۔

چہارم:۔ خلفاءِ راشدین اپنے زمانہ میں ہر اہم امر کو "امرھم شوریٰ" کے ماتحت مسلمانوں کے مشورہ سے طے کرتے تھے۔ اور اسے اپنا فرض سمجھتے تھے۔

پنجم:۔ خلافتِ راشدہ میں خلفاء میں تعیّش پسندی نہیں آئی تھی۔ اُن کی رہائش اور خوراک وغیرہ بالکل عام مسلمانوں کی طرح تھی۔ حتیّٰ کہ باہر سے جو وفود حضرت عمر فاروقؓ سے ملاقات کرنے کے لئے آیا کرتے تھے تو آپؓ کے ساتھ کھانا کھا کر اُن کو تکلیف ہوتی تھی۔ کیونکہ وہ اِس قدر سادہ کھانا کھانے کے عادی نہ ہوتے تھے۔

ششم:۔ خلفاءِ راشدین کو مسلمانوں کی فلاح و بہبود کا ہر وقت خیال رہتا تھا۔ وہ اعلائے کلمۃ اللہ اور اجرائے احکامِ شرع کے سب سے زیادہ خواہاں تھے۔ چنانچہ حج کے لئے خود تشریف لے جاتے، وہاں عالمِ اسلامی کے ہر حصے اور ہر گوشے سے آئے ہوئے مسلمانوں سے ملتے اور اُن کی ضروریات اور شکایات کو بغور سُنتے اور وہاں کے عاملوں کی قابلیت اور ناقابلیت سے واقف ہو کر ضروری احکام جاری کرتے۔ ان کے زمانہ میں مسلمان حج کے موقع پر آپس میں تعارف اور تعلقات بڑھاتے۔ ان کو یہ معلوم ہوتا کہ وہ اپنے غیر ممالک کے مسلمان بھائیوں سے کیا مدد لے سکتے ہیں، یا اُن کی کس طرح امداد کر سکتے ہیں۔ گویا اِس طرح حج میں دینی اور اُخروی فوائد کے علاوہ دُنیاوی اور مُلکی منافع بھی بے شمار حاصل ہوتے تھے۔

ہفتم:۔ نمازوں کی امامت دار الخلافہ میں خود کراتے اور جمعہ کا خطبہ خود پڑھتے۔

ہشتم:۔ خلفاءِ راشدین کے زمانہ میں الگ الگ مذہبی فرقے اور جماعتیں نہ تھیں، بلکہ تمام عالمِ اسلامی کی نظر خلیفۂ اسلامی کی طرف جمی رہتی تھی۔ جو حکم مرکز سے آتا تھا، یا جو فتویٰ مرکز

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سے صادر ہوتا اُسے ہر شخص فوراً تسلیم کر لیتا تھا۔

نہم :- خلفاءِ راشدین اپنے آپ کو مسلمانوں کا بادشاہ نہیں سمجھتے تھے، بلکہ اپنے آپ کو مسلمانوں کا چرواہا اور چوکیدار سمجھ کر اُن کی پاسبانی کرتے تھے۔ وہ دینی معاملات میں قرآن و حدیث کے تابع ہوتے، اور جب کسی مسئلہ میں اختلاف یا شبہ پیدا ہوتا تو دوسرے صحابہؓ کو بُلا کر اُن سے دریافت فرماتے۔ گویا اُن کا کام شریعت کے احکام کا نفاذ اور امن وامان کا قائم رکھنا تھا۔

دہم :- خلافتِ راشدہ کے زمانہ میں جن ممالک میں اسلام پھیل گیا تھا، اُس کی برکت سے آج تک اُن ممالک کی غالب آبادی مسلمان ہے، بلکہ اُن کی زبان بھی عربی ہو چکی ہے۔ اِس سے خلفاء کی روحانی طاقت و اثر کا پتہ چلتا ہے۔ اُن کے زمانہ میں عموماً ہر مسلمان تعلیم نبویؐ کا صحیح نمونہ اور پیکرِ اسلام تھا۔ اس لئے جس جس مُلک میں مسلمان پہنچتے تھے، نہ صرف اُن کی شہادت اور بہادری کی وجہ سے بلکہ اُن کی سادگی اور خلوص کو دیکھ کر اسلام کے گرویدہ ہو جاتے تھے۔ تقویٰ، نیکی، وفاداری، صداقت شعاری، حُسنِ معاملت اور سب سے بڑھکر ہمدردیٔ مخلوق اُن میں کُوٹ کُوٹ کر بھری ہوئی تھی۔

مندرجہ بالا دس اہم فوائد میں نے نمونۃً بیان کئے ہیں، ورنہ خلافتِ راشدہ میں مسلمانوں کو اس قدر فوائد پہنچ رہے تھے، کہ جن کا شمار نہیں ہو سکتا۔ امیر غریب کا امتیاز بالکل کالعدم تھا۔ ہر شخص اپنی اپنی قابلیت کے مطابق ترقی کر سکتا تھا، اور ترقی کے انتہائی منازل طے کرنے کے لئے خاندان اور قوم کی کوئی قید نہ تھی۔ اِس سے پتہ لگ سکتا ہے کہ اسلامی حکومت انتخابی ہوتی تھی اور ساتھ ہی نیابتی بھی۔ خلیفۂ اسلام منتخب ہوتا تھا اِن معنوں میں کہ خدا تعالےٰ لوگوں کے ذریعے سے اُسے منتخب کرواتا تھا۔ اور نیابتی حیثیت رکھتا تھا اِن معنوں میں کہ اس سے امید کی جاتی تھی کہ وہ سوائے کسی غیر معمولی ضرورت کے اہم امور میں کثرتِ رائے کے خلاف نہ جائے۔ اور وہ آسمانی طاقت رکھتا تھا، اِن معنوں میں کہ کوئی اسے مسندِ خلافت سے علیحدہ نہیں کر سکتا تھا، اور یہ کہ خدا تعالےٰ کی خاص نصرت اُسے حاصل ہوتی تھی۔

ایک شُبہ کا ازالہ

اِس موقعہ پر مَیں ایک شُبہ کا ازالہ کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں، اور وہ یہ کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اگر خلفاء کا تقرر بھی دُنیوی پریذیڈنٹوں کی طرح چند سال کے لئے ہوتا تو غالباً اسلام کے لئے زیادہ مفید ہوتے، اور وہ مسلمانوں کی زیادہ خدمت

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کر سکتے۔ مگر یہ اُن کی غلطی ہے اور ساتھ ہی عدمِ تدبّر کا نتیجہ بھی۔ کیونکہ ایک پریذیڈنٹ کو ہر وقت اُن لوگوں کا خیال رکھنا پڑتا ہے جن کے ووٹوں سے وہ پریذیڈنٹ بنتا ہے، اور ووٹ دینے والے بھی اس سے یہی توقع رکھتے ہیں کہ وہ دوسروں کی نسبت اُن کے مفاد کا زیادہ خیال رکھے۔ لیکن خلیفہ چونکہ ساری عمر کے لئے ہوتا ہے، اور اُسے کوئی شخص یا قوم اُس کے منصب سے معزول نہیں کر سکتی اس لئے اس سے انصاف کی زیادہ توقع کی جاسکتی ہے۔ دوسرے اللہ تعالیٰ کا وعدہ بھی ہے کہ وہ ایسے خلفاء کی رہنمائی کرے گا اور اُن کو جادۂ مستقیم سے بھٹکنے نہیں دے گا۔ چنانچہ تجربہ شاہد ہے کہ اسلام کے پہلے چار خلفاء چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی جانشین تھے، اور قوم کے حقیقی نمائندے تھے۔ اس لئے جو انصاف انہوں نے کیا اور جیسی ترقی اُمّتِ مسلمہ نے اُن کے زمانہ میں کی، بعد میں صدیوں تک وہ ترقی نصیب نہ ہوسکی۔

خلافتِ بنو اُمیّہ

خلافتِ راشدہ کی برکات کا ذکر کرنے کے بعد اب میں بنو امیّہ کی خلافت کے چند واقعات کا ذکر کرتا ہوں، اور بتاتا ہوں کہ خلفاءِ راشدین کے طریق کو خیرباد کہہ دینے کی وجہ سے اُمّتِ مرحومہ کو کیا کیا نقصانات پہنچے۔

اوّل:۔ سب سے پہلی خرابی خلفاءِ بنی اُمیّہ میں یہ پیدا ہوئی، کہ اُن کے عہد میں وہ خلافت جس کا قرآن مجید میں ذکر ہے اور جس کے ماتحت خلفاءِ راشدین کا انتخاب عمل میں آتا رہا، خلفاءِ بنی اُمیّہ کے زمانہ میں یہ بات نہ رہی، بلکہ سب سے پہلے امیر معاویہ نے خلافت پر زبردستی قبضہ کیا اور پھر اس کے بعد اپنی زندگی میں ہی اسے اپنے بیٹے یزید کے قبضہ میں دے کر اُمّتِ محمدیہ پر ایک ایسا ظلم کیا کہ میری رائے میں غالباً اس سے بڑھ کر اسلام کو کسی اور چیز نے نقصان نہیں پہنچایا۔ گویا وہ خلافت جو مسلمانوں کی ایک مقدس امانت تھی، اُسے بنو امیّہ اپنی ذاتی جائیداد سمجھنے لگے، اور پھر اس کے جو قبیح نتائج نکل سکتے تھے، اُمّتِ مرحومہ کو مجبوراً اُن سے دوچار ہونا پڑا۔ خلیفہ ایک مطلق العنان بادشاہ کی طرح زندگی بسر کرتا تھا اور اُسے اِس امر کی مطلقاً پرواہ نہیں ہوتی تھی، کہ جو کام میں کر رہا ہوں آیا شرعاً وہ جائز ہیں یا نہیں۔ اور یہ کہ وہ مسلمانوں کے حق میں کہاں تک مفید ہے۔ حق اور راستی سے لوگ دُور جا پڑے اور اپنے ذاتی مفاد کی خاطر خوشامد اور چاپلوسی امراء

خلافتِ یزید کی بُنیاد

اور اعیانِ حکومت کا جزوِ لاینفک ہوگئی۔ چنانچہ امیر معاویہ کی زندگی ہی کا واقعہ ہے کہ مغیرہ بن شعبہ ایک بار دمشق گئے اور یزید سے ملاقات کر کے اُسے کہا، کہ جلیل القدر صحابہؓ اور بزرگانِ قریش سب گذر گئے، اب اُن کے بیٹے ہیں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور تم فضیلت، شرافت، علم اور سیاست دانی میں ان سب سے بہتر ہو، پھر میں نہیں سمجھتا کہ آپ کے والد امیر معاویہ آپ کو کیوں اپنا ولیعہد تجویز نہیں کرتے۔ اِس پر یزید نے فوراً کہا، کہ کیا آپ کی رائے میں مَیں لوگوں سے بیعت لینے میں کامیاب ہو سکوں گا؟ مغیرہ نے کہا کہ بے شک یزید نے امیر معاویہ سے اِس امر کا ذکر کیا۔ وہ تو یہ چاہتے ہی تھے، انہوں نے مغیرہ سے مشورہ کر کے اِس معاملہ کو طے کیا، اور پھر مختلف علاقوں کے والیوں کو لکھا، کہ تم اِس معاملہ میں اپنے اپنے علاقہ کے رؤسا کو رضامند کرو۔

اب ذرا اِس امر کا خلفاءِ راشدین کے زمانہ سے مقابلہ کر کے دیکھو۔ تو آپ کو صاف نظر آئے گا کہ وہ بے نفسی اور دیانت جو خلفاءِ راشدین میں پائی جاتی تھی، خلفاءِ بنو امیہ میں وہ نام کو بھی نہ تھی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ جیسے بے نفس اور بے ریا انسان کو جب خلافت پیش کی گئی تو انہوں نے کہا کہ میری رائے میں تم عمر بن الخطابؓ یا ابو عبیدہؓ میں سے کسی ایک کے ہاتھ پر بیعت کر لو۔ لیکن ان دونوں نے کہا کہ "آپ مہاجرین میں سب سے افضل ہیں، غار میں رسول اللہؐ کے رفیق اور نماز پڑھانے میں اُن کے قائم مقام رہے۔ اور نماز وہ شے ہے جو امورِ دین میں سب سے افضل ہے پس ایسا کون شخص ہے جو آپ پر مقدم ہو، اور آپ کے ہوتے ہوئے خلافت کا متولّی بنے۔"
اِن الفاظ سے ظاہر ہے کہ صحابہؓ میں کس قدر بے نفسی کے جذبات موجزن تھے۔ اور ذاتی مفاد کی خاطر اُمتِ محمدیہ کی اصلاح کا جذبہ کس قدر شدّت کے ساتھ اُن میں کام کر رہا تھا۔ لیکن شاہانِ بنو امیہ اِن پاکیزہ جذبات کو بالکل خیرباد کہہ چکے تھے۔ اور اُن کو ہر وقت اگر کسی چیز کی فکر تھی تو یہ کہ کسی طریق سے خلافت کا منصبِ جلیلہ ہمارے خاندان کے اندر رہے، خواہ اِس سے اُمتِ محمدیہ کو فائدہ پہنچے یا نقصان اِس سے اُنہیں قطعاً کوئی سروکار نہ تھا۔

خلافتِ یزید کیلئے پراپیگنڈا

ہاں! مَیں ذکر کر رہا تھا، کہ امیر معاویہ نے اپنی سلطنت کے تمام علاقوں کے والیوں کو لکھا، کہ تم یزید کی خلافت کے بارہ میں پروپیگنڈا کرو۔ مغیرہ نے کہا، کہ کوفہ کی طرف سے مَیں ضامن ہوتا ہوں، اور اہلِ بصرہ کو زیاد رضامند کر لیں گے۔ اور جب اہلِ عراق نے بیعت کر لی، تو پھر کوئی مخالفت نہیں کر سکتا چنانچہ یہ امر طے کر لینے کے بعد امیر معاویہ نے مروان بن حکم والیٔ مدینہ کو لکھا، کہ اب میری عمر زیادہ ہو گئی ہے اور اعضاء مضمحل ہو چکے ہیں، مَیں ڈرتا ہوں کہ میرے بعد کہیں اُمتِ محمدیہ میں پھر فتنہ نہ پیدا ہو جائے۔ اس لئے مَیں چاہتا ہوں، کہ اپنی زندگی میں ہی خلافت کو کسی اور شخص کے سپرد کر جاؤں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

لیکن اِس بارہ میں اہلِ مدینہ کا مشورہ بھی ضروری ہے۔ تم وہاں کے اہل الرّائے اصحاب کے سامنے اِس معاملہ کو پیش کرو، اور جو کچھ وہ جواب دیں اُس سے مجھے مطلع کرو۔"

مروان نے مدینہ کے ذی اثر اور اہل الرّائے طبقہ کے سامنے اِس امر کو پیش کیا۔ امیر معاویہ کے خط میں چونکہ یزید کا ذکر نہیں تھا، بلکہ مطلق طور پر ان سے مشورہ طلب کیا گیا تھا، کہ آیا میں اپنی زندگی میں کسی شخص کو خلیفہ نامزد کر دوں یا نہ۔ اس لئے انہوں نے خوشی سے یہ رائے دی، کہ ہم اِس تجویز کو پسند کرتے ہیں، اور اِس امر کا فیصلہ آپ ہی پر چھوڑتے ہیں۔ آپ اُمّتِ مسلمہ میں سے خیر خواہیٔ اُمّت کو مدّنظر رکھتے ہوئے جس کو مناسب سمجھیں خلیفہ نامزد کر دیں۔ وہ لوگ سمجھتے تھے کہ خلافت کو ورثہ نہیں بنایا جا رہا، بلکہ امیر معاویہ صرف اس شخص کے سپُرد اس مقدس امانت کو کریں گے جو اس کا اہل ہوگا۔ لیکن اُن کی حیرت کی کوئی انتہاء نہ رہی جب انہوں نے امیر معاویہ کے اِس اعلان کو سُنا کہ ہم نے سوچ سمجھ کر اور اُمّت کی خیر خواہی کو مدّنظر رکھ کر یزید کو ولیعہدی کے لئے منتخب کیا ہے۔

امیر معاویہ کے اِس اعلان میں چونکہ خود غرضی کا پہلو بالکل نمایاں تھا، اور اُمّتِ محمّدیہ کی بدخواہی اور تباہی کے آثار بالکل ظاہر تھے، اس لئے مسلمانوں کو اس کا سخت صدمہ پہنچا۔ چنانچہ عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ نے کہا، کہ تم لوگوں کو اُمّت کی خیر خواہی منظور نہیں، بلکہ تم خلافتِ اسلامیہ کو بھی قیصریت بنانا چاہتے ہو، کہ جب ایک قیصر مر جائے تو اُس کی بجائے اُس کا بیٹا قیصر ہو۔ خواہ وہ اِس بار کو اُٹھانے کے قابل ہو یا نہ ہو۔ حضرت امام حسینؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے بھی اس کی سخت مخالفت کی، اور امیر معاویہ کی اس خواہش کو سخت نفرت کی نگاہ سے دیکھا۔

امیر معاویہ چونکہ اِس امر کا تہیّہ کر چکے تھے اس لئے انہوں نے اِس مقصد کے حصول کے لئے ہر قِسم کے ناجائز اور خلافِ شریعت طریقوں کو استعمال کیا۔ چنانچہ اپنے امراء اور عمّال کو لکھا کہ تم لوگ یزید کی خوبیاں لوگوں کے سامنے بیان کرنا شروع کر دو۔ اور اُن میں سے جو لوگ ذی اثر ہوں انہیں میرے پاس بطور وفود بھیجو۔ مَیں خود بھی اُن سے گفتگو کر کے انہیں راضی کرنے کی کوشش کرونگا۔ چنانچہ جب مختلف صوبوں سے وفود پہنچے تو امیر معاویہ نے ایک دربارِ عام کیا، جس میں کھڑے ہو کر پہلے اسلام کی عظمت، خلافت کی حُرمت، خلفاء کے حقوق، و الیانِ امر کی اطاعت اور اس معاملہ میں اُمّت کے فرائض بیان کئے۔ اور پھر یزید کی خوبیاں بیان کر کے لوگوں سے خواہش کی کہ وہ اُس کی ولیعہدی پر بیعت کریں۔ اس کی تقریر کے بعد خوشامدی لوگوں نے یزید کے حق میں بڑی پُرجوش تقریریں کیں۔ امیر معاویہ نے احنف بن قیس سے کہا کہ آپ کیوں نہیں بولتے۔ وہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بولے، کہ جھوٹ کہوں تو اللہ سے ڈر لگتا ہے اور سچ کہوں تو آپ سے ڈرتا ہوں، آپ خود بہ نسبت ہم لوگوں کے یزید کے حالات سے زیادہ واقف ہیں، اگر آپ کے خیال میں یزید کی بیعت اللہ اور اُمت کی رضامندی کا موجب ہے تو پھر لیجئے مشورہ کی کیا ضرورت ہے اور اگر وہ خلافت کے قابل نہیں تو پھر کیوں اُس کی دُنیا کے پیچھے اپنی عاقبت خراب کرتے ہو۔

امیر معاویہ چونکہ لوگوں کو انعام و اکرام سے خوش رکھتے تھے، اس لئے اکثر لوگوں نے بیعت کرلی۔ پھر عراق گئے وہاں کے لوگوں نے بیعت کرلی۔ پھر ایک ہزار سوار لیکر حجاز کا رُخ کیا پہلے مدینہ پہنچے۔ عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن زبیرؓ، عبداللہ بن عباسؓ اور امام حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہم اُن کی آمد کی خبر سُنکر مکہ چلے گئے۔ امیر معاویہ نے اہل مدینہ کے سامنے ایک بڑی پُرجوش تقریر کی جس میں کہا کہ بعض لوگ یزید کی بیعت کے مخالف ہیں، اور وہ اُس وقت تک اس سے باز نہ آئیں گے جب تک کہ اُن پر سختیاں نہ ہوں۔ کاش میری تنبیہہ سے وہ لوگ سمجھ جاتے۔ پھر مکہ آئے اور ان چاروں حضرات کو بُلایا۔ اُن کی طرف سے عبداللہ بن زبیرؓ گفتگو کے لئے منتخب ہوئے۔ امیر معاویہ نے

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے گفتگو

کہا، کہ آپ لوگ میری سیرت سے بخوبی آگاہ ہیں۔ مَیں رشتہ داروں کے ساتھ نیک سلوک کرتا ہوں اور اُن کے ہر قسم کے ناز برداشت کرتا ہوں۔ یزید آپ کا بھائی ہے، میری خواہش ہے کہ آپ لوگ اُس کی خلافت کو تسلیم کریں اور اُس کے جس قدر کام ہیں مثلاً والیوں کا عزل ونصب، تحصیل وخرچ مالیہ وغیرہ سب اپنے ہاتھ میں لے لیں، وہ کسی بات میں بھی تعرض نہیں کرے گا۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے کہا، کہ ہم تین صورتیں آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں، اُن میں سے جس کو آپ چاہیں اختیار کریں۔ اوّل یہ کہ جس طرح نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کو اپنا جانشین مقرر نہیں کیا، بلکہ اِس معاملہ کو اُمّت پر چھوڑ دیا، اسی طرح آپ بھی بے انتخاب چھوڑ جائیں۔ دوسرے یہ کہ جو صورت حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اختیار فرمائی تھی، کہ ایسے شخص کو اپنا قائم مقام مقرر فرمایا، جو نہ اُن کا ہم قبیلہ تھا نہ رشتہ دار، آپ بھی وہی طریق اختیار کریں۔ اور تیسری صورت یہ ہے کہ آپ حضرت عمر فاروقؓ کے طریق پر چلیں اور جس طرح انہوں نے چھ نمائندوں کو چُن کر یہ معاملہ اُن کے سپرد کیا تھا، اور فرمایا تھا کہ آپ لوگ اپنے میں سے جس شخص کو چاہیں خلیفہ منتخب کرلیں۔ جن میں نہ کوئی اُن کا بیٹا تھا نہ بھائی نہ ہم قبیلہ، آپ بھی وہی طریق اختیار کریں۔ امیر معاویہ نے پہلی بات کا جواب تو یہ دیا۔ آنحضرت صلعم کے بعد

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حضرت ابوبکرؓ جیسے لوگ موجود تھے، جن کو اُمت نے بالاتفاق خلیفہ مان لیا۔ اب ایسے لوگ موجود نہیں ہیں، لہٰذا اگر مَیں کسی شخص کو نامزد نہ کروں تو اُمّت میں سخت فتنہ پڑنے کا اندیشہ ہے اور دوسری صورت کا جواب یہ دیا، کہ حضرت ابوبکر صدیق کے بعد حضرت عمرؓ جیسا عظیم الشان انسان موجود تھا۔ اب ایسا کون شخص ہے جس کے سپرد یہ عظیم الشان امانت کی جائے۔ اور تیسری صورت کا چونکہ ان کے پاس کوئی معقول جواب نہ تھا، اس لئے کہا کہ کیا اِس صورت کے سوا کوئی اور صورت بھی ہوسکتی ہے؟ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے کہا کہ نہیں۔ یہ سُنکر امیر معاویہ کھڑے ہو گئے اور کہا کہ مجھے آپ لوگوں سے جو کچھ کہنا تھا وہ مَیں کہہ چکا ہوں، جو ہونے والا ہے وہ ہو کر رہیگا۔ خواہ آپ لوگ مانیں یا نہ مانیں۔

امیر معاویہ کی آخری وصیّت

اس کے بعد جمادی الثانی میں امیر معاویہ بیمار ہوئے اور یکم رجب سنہ ۶۰ھ مطابق سات اپریل سنہ ۶۸۰ء کو انہوں نے انتقال کیا۔ یزید اس وقت کسی مہم پر گیا ہؤا تھا۔ بیماری کے ایام میں جو وصیّت انہوں نے یزید کے نام لکھی، اُس کا حرف حرف بتا رہا ہے کہ خلفاءِ راشدین کو جس طرح اُمّت کی خیر خواہی مدنظر تھی، اور وہ اپنے ہر عزیز سے عزیز متاع سے بھی اُمّت کی بہتری کو مقدم رکھتے تھے، امیر معاویہ کی وصیّت اِس سے قطعاً خالی تھی۔ اس میں سوائے دُنیاداری کے پہلو کے اور کچھ نہ تھا۔ چنانچہ انہوں نے لکھا کہ:-

"مَیں نے تیرے لئے تمام راستے ہموار کر دیئے، اور عرب کو تابعِ فرمان اور دُشمنوں کو مغلوب بنالیا۔ اہلِ حجاز کا خیال رکھنا کیونکہ وہی ہمارا گہوارہ ہے۔ اور اہلِ عراق اگر روزانہ عامل کو بدلوانا چاہیں، تو اُن کی بات مان لینا اس لئے کہ ایک عامل کا تبدیل کرنا آسان ہے اس سے کہ ایک لاکھ تلواریں تیرے خلاف میان سے نکل آئیں۔ شامیوں کا خاص خیال رکھنا، یہ تمہارے وفادار اور معاون ہیں۔ خلافت کے معاملہ میں مجھے چار شخصوں کے علاوہ اور کسی کا ڈر نہیں۔ عبداللہ بن عمرؓ، حسین بن علیؓ عبداللہ بن زبیرؓ اور عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ (رضی اللہ عنہم) لیکن عبداللہ بن عمرؓ عبادتگذار اور دُنیا سے بیزار ہے۔ جب تمام لوگ بیعت کرلیں گے تو وہ بھی کر لے گا۔ حسین بن علیؓ سُبک مزاج ہیں، اہلِ عراق ضرور اُن کو اُکسا کر مقابلہ پر لائیں گے۔ اگر ایسا ہو اور تجھے اُن پر دسترس حاصل ہوجائے تو اُن سے درگذر کرنا، کیونکہ وہ ہمارے قریبی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے نواسے ہیں، اُن کا ہمارے اُوپر بہت بڑا حق ہے۔ مگر جو شخص لومڑی کی طرح چکمے دے گا اور شیر کی مانند حملے کرے گا، وہ عبداللہ بن زبیرؓ ہے، اس پر قابو مل جائے تو اس کی بوٹی بوٹی کاٹ ڈالنا"

اب ایک طرف اس وصیت کو رکھو اور دوسری طرف خلفاءِ راشدین کی وصایا کو اور پھر مقابلہ کر کے دیکھو، کہ ان میں کیا فرق تھا، صاف نظر آئے گا کہ دونوں قسم کی وصایا کے درمیان بعد المشرقین ہے۔ خلفاءِ راشدین کی وصایا میں محض اُمت کی خیر خواہی مدنظر تھی، لیکن خلافت بنی امیہ میں محض دُنیوی سیاست سے کام لے کر خلافت کو ورثتہً اپنے خاندان میں منتقل کرنے پر زور دیا گیا ہے۔

یزید کے واقعہ کو مَیں نے زیادہ وضاحت سے اس لئے بیان کیا ہے کہ تا احباب اس امر کا اندازہ لگا سکیں، کہ مُسلمان خلافت کے متعلق غیر انتخابی طریق کو کس قدر ناپسند کرتے تھے۔ اور یہ کہ بادشاہت کے طریق سے انہیں کس قدر نفرت تھی۔

انتخابی طریق کو خیرباد کہنے کا نتیجہ

خلافت کو اس طریق سے حاصل کرنیکا طبعاً نتیجہ یہ نکلا، کہ خلفاء کا وقار جاتا رہا اور اُن کا مسلمانوں کے ساتھ تعلق محض اس حد تک رہ گیا، جس طرح دُنیوی بادشاہوں کا اپنی رعایا کے ساتھ ہوتا ہے۔ وہ اخوت اور برادری جو خلفاءِ راشدین کے زمانہ میں مُسلمانوں کے درمیان تھی، وہ اُڑ گئی اور اُس کی جگہ حسد، سیاست اور چالاکی نے لے لی۔ بعض جگہوں کی رعایا فوائد حاصل کرنے کی وجہ سے بخوشی مطیع رہی۔ بعض جگہ مُلکی سیاست پر قبضہ ہونے کی وجہ سے لوگ مجبوراً اطاعت کرتے، مگر جب سر اُٹھانے کا موقعہ ملتا تو فوراً بغاوت کھڑی کر دیتے۔ چنانچہ امیر معاویہ کے وقت میں ہی تین مشہور سیاسی فرقے بن گئے۔

اوّل۔ بنی اُمیہ۔ اس فرقہ میں کل اہلِ شام و دیگر دیار و امصار کے لوگ بھی شامل تھے۔

دوم۔ شیعہ علیؓ۔ اس فرقہ میں زیادہ تر اہلِ عراق اور کچھ مصر کے لوگ تھے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ امامت کا حق صرف حضرت علیؓ اور اُن کی اولاد کو حاصل ہے۔

سوم۔ خوارج۔ یہ فرقہ سابقہ دونوں جماعتوں کو دین سے خارج اور سخت بے ایمان سمجھتا تھا، اور تختِ خلافتِ بنو امیہ کو اُلٹانے کے لئے ہر وقت کمربستہ رہتا تھا۔ چنانچہ اس کی وجہ سے بنو امیہ کو اپنی ساری خلافت کے زمانہ میں سخت مشکلات کا سامنا پیش رہا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نتیجہ یہ ہؤا، کہ خوارج کو تو بنو امیہ نے ہزارہا کی تعداد میں بے دریغ قتل کیا، لیکن شیعہ علی کی کھُلی کھُلی مخالفت سے بنو امیہ کچھ کتراتے رہے۔ ہاں جن لوگوں نے سر اُٹھایا اور کھُلم کھُلا مقابلہ پر آئے اُن کو بہانوں سے بھی قتل کرنے سے دریغ نہ کیا گیا۔

چنانچہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی شہادت اس کا ایک زندہ ثبوت ہے۔ پھر یزید کے حکم کے ماتحت بارہ ہزار کے لشکر نے مدینہ اور مکّہ پر چڑھائی کرکے وہ کشت وخون کیا، کہ الامان! اور ان سب مسلمانوں کی جانیں محض اس لئے ضایع ہوئیں کہ وہ خلفاءِ بنی امیہ کو برحق خلفاء نہیں سمجھتے تھے۔ اُن کے نزدیک خلیفۂ اسلام صرف وہی ہوسکتا تھا، جو تمام اُمت میں سے انتخاب کے طریق پر خلیفہ بنے۔ یعنی جسے خود مسلمان اپنی مرضی سے خلیفہ منتخب کریں۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ

عبدالملک بن مروان کے زمانہ میں بھی ہزارہا مسلمان قتل کئے گئے۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے مکّہ میں خلافت کا دعویٰ کیا، اور حجاز کو ساتھ ملا کر عراق پر بھی مکمل قبضہ کر لیا۔ مگر عراقی چونکہ قابلِ اعتماد نہیں تھے اس لئے اُن پر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو کامل اعتبار حاصل نہیں تھا۔ چنانچہ واقعات نے بھی ثابت کر دیا کہ اہلِ عراق عبدالملک کے ساتھ بھی خط وکتابت کر رہے تھے۔ اور جب عبدالملک نے ایسے ہی لوگوں کے سہارا پر عراق پر فوج کشی کی، اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی طرف سے اُن کے بھائی مصعب بن زبیرؓ نے عراقی لشکر کے ساتھ عبدالملک کا مقابلہ کیا، تو فوج کا بیشتر حصہ میدانِ جنگ میں ہی عبدالملک کے ساتھ جا شامل ہؤا، اور باہم مسلمانوں میں وہ کُشت وخون ہؤا کہ جس کی نظیر تاریخ پیش نہیں کر سکتی۔ جس قصر میں ابن زیاد عامل یزید کے سامنے حضرت امام حسینؓ کا سر کٹ کر آیا تھا، اُسی قصر میں ابن زیاد کا سر مختار کے سامنے پیش کیا گیا۔ اور مختار کو جب عبداللہ بن زبیرؓ کے لشکر نے شکست دی تو اس کا سر بھی اسی قصر میں مصعب بن زبیرؓ کے حضور پیش کیا گیا۔ اور مصعبؓ جب عبدالملک کے مقابلہ میں آکر مارے گئے تو اُن کا سر بھی اسی قصر میں عبدالملک کے سامنے پیش کیا گیا۔

جب عراق سے عبداللہ بن زبیرؓ کا اثر مٹ گیا، تو عبدالملک نے حجاج بن یوسف ثقفی کو ایک جرار لشکر دے کر مکّہ میں اُن کے مقابلہ کے لئے بھیجا۔ حجاج نے وہاں جاکر مکّہ کا محاصرہ کیا۔ اِس محاصرہ نے اِس قدر طول کھینچا، کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے طرفدار تنگ آگئے۔ اور آہستہ آہستہ امان لے کر حجاج کے پاس آنے لگے۔ حتیٰ کہ خود ابن زبیرؓ کے دو بیٹے حمزہ اور

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حبیب بھی حجاج سے آکر مل گئے۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے جب یہ حالت دیکھی تو اپنی والدہ حضرت اسماءؓ کے پاس گئے، اور کہا کہ آپ جانتی ہیں کہ میرے ساتھی یہاں تک کہ میرے بیٹے بھی مجھ سے جدا ہو گئے دشمن مجھے دُنیا دینے کے لئے تیار ہے بشرطیکہ میں اُس کی اطاعت کروں، اب آپ کی کیا رائے ہے؟ حضرت اسماءؓ نے جواب دیا، کہ اے میرے بیٹے! اگر تجھے یقین ہے کہ تو حق پر ہے تو جس راہ میں تیرے ساتھیوں نے گردنیں کٹائی ہیں اُس میں تو بھی اپنی جان دیدے، اور بنی اُمیہ کی غلامی اختیار نہ کر۔ لیکن اگر تو دُنیا کے لئے لڑتا رہا ہے تو نہایت بُرا کیا، اپنے آپکو بھی ہلاک کیا اور اپنے ساتھیوں کی جانیں بھی ضایع کروائیں۔ اور اگر تیرا خیال ہے کہ تُو ہے تو حق پر لیکن حامیوں کے نہ ہونے کی وجہ سے اب دشمن سے دب جانا مناسب ہے، تو یہ شرفاء اور دینداروں کا شیوہ نہیں، اس سے تو قتل ہو جانا بہتر ہے، زندگی چند روزہ ہے، آخر کب تک تو اِس دُنیا میں رہے گا۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے کہا، مجھے خطرہ ہے کہ اگر اہلِ شام میرے قتل پر قادر ہو گئے تو میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے ذلیل کریں گے حضرت اسماءؓ نے فرمایا، کہ بکری جب ذبح ہو گئی تو کھال کھینچنے سے اس کو کیا تکلیف۔ اپنی بوڑھی والدہ کے یہ الفاظ سُنکر ابن زبیرؓ نے اُس کا سر چوم لیا، اور کہا کہ میری رائے بھی یہی تھی، مگر میں اپنا خیال ظاہر کرنے سے پہلے آپ کی رائے لینا ضروری سمجھتا تھا، اب دیکھنا آج میں شہید ہو جاؤں گا، میرے بعد مجھ پر غم نہ کرنا۔ یہ الفاظ کہہ کر آپ نے تلوار ہاتھ میں لی اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ حجاج نے اُن کی نعش کو سُولی پر چڑھایا اور تین دن کے بعد اُتار کر حضرت اسماءؓ کے پاس بھیجدیا۔ انہوں نے اسے دفن کروایا اور خود بھی بیس دن کے بعد فوت ہو گئیں۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے اِس واقعہ سے بھی ناظرین اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس کی تہ میں بھی وہی جذبہ کام کر رہا تھا جس کا میں اُوپر ذکر کر آیا ہوں۔ اہلِ حجاز میں چونکہ اسلامی روح زیادہ عرصہ زیرِ تربیت رہنے کی وجہ سے زیادہ پائی جاتی تھی، اس لئے جہاں تک اُن سے ہو سکا، وہ بنو اُمیہ کا مقابلہ کرتے رہے۔ آخر جب بالکل بے بس ہو گئے تو مجبوراً ہتھیار ڈال دیئے۔

دوم۔ بیت المال کے مال کے متعلق یہ عرض کر چکا ہوں، کہ خلفاءِ راشدین کے زمانہ میں اُسے قوم کی امانت سمجھا جاتا تھا۔ اور اس کے برمحل خرچ کرنے کے متعلق خلفاء اپنے اوپر ایک بہت بڑی ذمہ واری محسوس کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت عمر فاروقؓ کے زمانہ میں جب کثرت سے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مال آیا اور بیت المال کا صیغہ الگ مقرر کیا گیا تو آپؓ نے اللہ تعالےٰ سے یوں دُعا کی۔ کہ اللّٰھمّ انا لا نستطیع اِلّا ان نفرح بما زیّنتَ لنا۔ اللّٰھمّ اِنّی اَسْألُكَ ان انفقه فی حقّه (بخاری)، "اے خدا! تو نے جو مال ہمیں عطا کیا ہے ہم اس کی مسرّت کو دبا نہیں سکتے۔ اے خدا! مَیں درخواست کرتا ہوں، کہ مجھ کو توفیق عطا فرما کہ مَیں مال کو اس کے حق میں صرف کروں"۔ لیکن اس کے بالکل برخلاف خلفاءِ بنوامیہ کا یہ حال تھا کہ وہ بیت المال کے روپیہ کو بھی خلافت کی طرح اپنی ذاتی جائیداد سمجھتے تھے اور اپنے ذاتی مفاد کے لئے اِس قومی مال کو بے دریغ استعمال کرتے تھے۔

سوم:۔ عہود کی پابندی کا تو عربوں میں اِس قدر رواج تھا، کہ جاہلیّت میں بھی وہ اس کی خاطر اپنی جانوں پر کھیل جاتے تھے۔ اور خلافتِ راشدہ میں تو مسلمانوں نے اِس اعلیٰ خصلت کو کمال تک پہنچا دیا تھا۔ لیکن خلفاءِ بنوامیہ نے اخلاقی طور پر اِس قدر کمزوری دکھائی کہ اُن کے زمانہ میں عربوں کی یہ قدیمی خوبی بھی اُن کے ہاتھوں سے نکل گئی۔ چنانچہ عبدالملک نے سعید بن العاص کو امان دینے کے بعد قتل کر ڈالا۔ اور اس کا عربوں پر اتنا بُرا اثر پڑا، کہ خود عبدالملک نے جب ایک عربی شیخ سے پوچھا، کہ مَیں نے جو سعید کو قتل کر دیا تھا تو اس کی بابت آپ کا کیا خیال ہے؟ اس بوڑھے عرب نے کہا، کہ کاش اس کے بعد تم زندہ رہتے۔ عبدالملک نے کہا کہ مَیں تو زندہ ہوں۔ اس پر وہ بولا کہ بے اعتمادی کی زندگی کیا!

چہارم:۔ مجلس شوریٰ جسے خلفاءِ راشدین اپنی خلافت کا جزوِ اعظم سمجھتے تھے اور مسلمانوں کے امور کو بغیر مشورہ کے ہرگز طے نہ کرتے تھے، خلفاءِ بنی امیہ میں آکر مسلمان اس حق سے بھی محروم رہ گئے۔ مَیں عرض کر آیا ہوں، کہ خلفاءِ بنی امیہ مسلمانوں کے مشورہ کے بغیر اپنی من مانی کارروائیاں کرتے تھے۔ چنانچہ یزید کے انتخاب پر جو فتنہ برپا ہوُا، وہ اس کا ایک زندہ ثبوت ہے۔

پنجم:۔ سادگی جو خلفاءِ راشدین کا ایک خاص جوہر تھا، اس کی جگہ خلفاءِ بنی امیہ میں تعیّش نے لے لی تھی۔ چنانچہ یزید بن عبدالملک اور ولید بن یزید کے متعلق تاریخ اِس امر کی شہادت دیتی ہے کہ یہ دونوں شراب نوشی اور راگ رنگ میں مشغول رہتے تھے۔

ششم:۔ حج کے لئے خود جانا خلفاءِ بنی امیہ نے بالکل چھوڑ دیا۔ اور اس طرح سے اِس اجتماع سے خلفاءِ راشدین کے زمانہ میں جو فائدہ اٹھایا جاتا تھا اس سے اُمّتِ مرحومہ محروم رہگئی۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

هفتم:۔ شرعی احکام کی پابندی جو خلافتِ راشدہ کا جزوِ لاینفک تھی، خلفاءِ بنی امیہ کے زمانہ میں وہ ایک کھیل بن کر رہ گئی۔ معمولی معمولی شبہ کی بناء پر لوگوں کو قتل کر دیا جاتا تھا۔ رعایا کے حقوق کی نگرانی کے لئے بے شک عدالتیں وغیرہ قائم تھیں، لیکن خود خلیفہ کا یہ حال تھا، کہ وہ اپنے آپ کو خلفاءِ راشدین کی طرح مسلمانوں میں سے ایک فرد نہیں سمجھتا تھا، بلکہ اپنی ہستی کو بالکل ایک الگ تصور کرتا تھا۔ اور یہی وجہ تھی، کہ اُسے جس پر ذرا سا بھی شُبہ گذرتا اُس پر بغیر مقدمہ چلائے فوراً تلوار چل جاتی تھی۔ بلکہ خلفاء تو الگ رہے ان کے مقرر کردہ والیوں کا یہ حال تھا، کہ وہ بھی اپنے آپ کو اپنے علاقہ میں بالکل مطلق العنان سمجھتے تھے، اور جس کو چاہتے تھے بلا تامل قتل کر دیتے تھے۔ چنانچہ عبید اللہ بن زیاد کو جب امیر معاویہ نے بصرہ کا والی مقرر کیا، تو ایک بار وہ گھوڑ دوڑ میں شریک ہوا۔ وہاں ایک خارجی عروہ بن ادیہ نے اس سے سخت کلامی کی۔ ابن زیاد کو یہ خیال پیدا ہوا کہ اس کے ساتھ ضرور کوئی جماعت ہے، ورنہ یہ اکیلا سخت کلامی کی جُراُت نہیں کر سکتا تھا۔ فوراً اپنے محل کو واپس گیا اور سپاہیوں کے ذریعہ سے اُسے گرفتار کروا کر اُس کے پاؤں کٹوا دیئے۔ اور پھر دریافت کیا، کہ اب بتاؤ۔ اُس نے جواب دیا، کہ تم نے میری دُنیا خراب کی اور اپنی عاقبت برباد کر لی۔ اس کے بعد ابن زیاد نے اُسے مار ڈالا۔ اور پھر اُس کی بیٹی کو بھی قتل کر دیا۔

اِن واقعات سے صاف پتہ لگتا ہے، کہ احکامِ شریعت سے یہ لوگ قطعاً اپنے آپ کو بے نیاز سمجھتے تھے۔ جو جی میں آتا تھا بلا روک ٹوک کر گذرتے تھے۔ اس کے مقابلہ میں حضرت علیؓ کے شہید ہونے کے واقعہ پر غور کرو، کہ جب ابن ملجم کے حملہ کی وجہ سے جو ایک منظم سازش کے ماتحت کیا گیا تھا، آپؓ نے جامِ شہادت پیا، تو اپنی وفات سے قبل اپنی اولاد کو وصیت کی کہ اگر میں فوت ہو جاؤں تو صرف قاتل سے قصاص لینا، دوسرے لوگوں کو قتل نہ کرنا اور قاتل کے اعضاء کو بھی نہ کاٹنا، کیونکہ اسلام میں دیوانے کُتے کا مثلہ کرنا بھی جائز نہیں ہے۔

ہشتم:۔ بے جا ظلم کرنا خلفاءِ بنی امیہ کا شیوہ بن چکا تھا۔ سلیمان بن عبد الملک کو حجاج سے اس بناء پر دشمنی تھی، کہ اُس نے اُس کو ولیعہدی سے معزول کرانے میں ولید کی موافقت کی تھی۔ چنانچہ جب یہ خلیفہ ہوُا تو اس نے حجاج کے تمام رشتہ داروں اور ماتحت عاملوں کو جن کا اس معاملہ میں کوئی قصور نہ تھا، سخت سے سخت سزائیں دیں۔ اور فاتح

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سندھ محمد بن قاسم کو تو مروا ہی ڈالا۔ اسی طرح موسےٰ بن نصیر جیسے خدمت گذار انسان پر جس نے اسلامی عَلَم کو یورپ میں جا کر گاڑا تھا، ناقابلِ برداشت جرمانہ کیا۔ اور جب اس پر بھی تسلی نہ ہوئی تو اُس کے فرزند عبد العزیز والئے سپین کا سر کٹوا کر منگایا اور اس مظلوم سپہ سالار کے سامنے طشت میں رکھکر پیش کیا۔

پھر جب یزید بن عبد الملک کے ہاتھ میں عنانِ حکومت آئی تو اُس نے آلِ حجاج کی حمایت کی۔ لیکن مہلب بن ابی صفرہ جیسے نیک نام سپہ سالار کے سارے خاندان کو برباد کر دیا۔ خالد بن عبداللہ قسری جس سے خلیفہ ولید بن یزید نے اپنے بیٹے کی ولی عہدی میں مدد طلب کی تھی، جب اُس نے انکار کیا تو اس کو محض اس قصور کی بناء پر اس کے جانی دشمن یوسف بن عمر ثقفی کے ہاتھ پانچ کروڑ درہم پر فروخت کر دیا۔ یوسف نے اس پر یہ ظلم کیا کہ اسے شکنجہ میں ڈال کر لوہے کی ریتی سے اس کے سینہ کو ریت ڈالا۔ حالانکہ وہ قحطان کا سب سے بڑا رئیس تھا، اور پندرہ سال تک عراق کا والی رہ چکا تھا۔

خلفاء کے علاوہ خلافتِ بنی امیہ میں بعض امراء بھی اس قدر سفاک اور ظالم تھے، کہ الامان۔ لوگ اُن کے مظالم سے اس قدر تنگ آ گئے تھے، کہ اس خلافت سے اُنہیں سخت دشمنی پیدا ہو گئی تھی۔ اور وہ ہر وقت اس کوشش میں رہتے تھے، کہ اگر موقعہ ملے تو اس خلافت کو بالکل مٹا دیا جائے۔ چنانچہ خاندانِ بنو امیہ کے رؤساء کی جب آپس میں چل گئی اور وہ ایک دوسرے کے ساتھ لڑ کر کمزور ہو گئے، تو جماعتِ شیعہ بنو امیہ کے ہاتھ سے خلافت کو نکال کر بنو عباس میں تبدیل کرنے میں کامیاب ہو گئی۔

نوٹ:۔ اِس امر کی صداقت کے لئے کہ اُوپر جو باتیں بیان کی گئی ہیں یہ بالکل صحیح ہیں، اور خلفاءِ بنو امیہ میں واقعی دُنیاداری کا رنگ غالب آ گیا تھا، مَیں ذیل میں حضرت عمر بن عبد العزیز کی شہادت پیش کرتا ہوں جو خود بنُو امیہ کے خاندان کے ایک فرد تھے۔ اور ان خلیفوں میں سے ایک خلیفہ تھے۔ لیکن انہوں نے آ کر خلافتِ بنو امیہ کا بالکل رنگ ہی بدل دیا، اور پھر مسلمانوں میں خلفاءِ راشدین کے زمانہ کی یاد کو تازہ کر دیا۔ آپؓ جب خلیفہ ہوئے تو ان تمام رقوم اور نذرانوں کو جو ظالمانہ رنگ میں امراء رعایا سے وصول کیا کرتے تھے، یکدم موقوف کر دیا۔ اور ظالم عمّال کو موقوف کر کے رحمدل عمّال کو مقرر کر دیا۔ فدک جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں تھا، اور پھر حضرت ابو بکرؓ اور عمرؓ کے ہاتھ میں اس کا انتظام رہا،

Digitized by Khilafat Library Rabwah

آخر مروان نے اپنے عہد میں اسے اپنی ذاتی جائیداد بنالیا۔ اس کے متعلق آپؓ نے مسلمانوں کو گواہ کر کے کہا، کہ میں اسے پھر اسی مصرف میں مسترد کرتا ہوں۔ جس میں کہ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں تھا۔ آپؓ نے بنو امیہ کی ان تمام جائیدادوں اور ملکیتوں کو جن پر انہوں نے غاصبانہ طور پر قبضہ کر رکھا تھا اُن کے اصل مستحقین کو واپس دلوایا۔ بنو امیہ پر جب یہ امر گراں گذرا تو انہوں نے حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کی پھوپھی فاطمہ بنت مروان کو اُن کے پاس بھیجا کہ وہ جا کر اُنہیں سمجھائیں، کہ وہ اپنے خاندان کے افراد سے اِس طرح جائیدادیں نہ چھینیں۔ چنانچہ وہ آئیں۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے ان سے کہا کہ:۔

"خدا تعالےٰ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو دُنیا کے لئے رحمت بنا کر بھیجا تھا آپؐ نے ایک ایسا چشمہ چھوڑا کہ اس میں سب کو پینے کا یکساں حق تھا۔ پھر ابو بکرؓ نے بھی اس چشمہ کو اسی حالت میں رکھا اور عمرؓ نے بھی انہیں کی پیروی کی۔ ان کے بعد وہ چشمہ یزید، مروان، عبد الملک، ولید اور سلیمان کے ہاتھوں میں آیا۔ انہوں نے اس میں سے نہریں نکالیں جن کی وجہ سے وہ خشک ہوگیا۔ اب پھر جب تک وہ اپنی اصلی حالت پر لایا نہیں جاتا، لوگ اس سے سیراب نہیں ہو سکیں گے۔"

حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کی اس شہادت سے ظاہر ہے، کہ خلفاءِ بنی امیہ نے واقعی خلافتِ راشدہ کے طریق کو چھوڑ کر شاہانہ رنگ اختیار کر لیا تھا۔

حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کے عدل و انصاف کو دیکھ کر خوارج کا فتنہ بھی بہت حد تک دب گیا تھا۔ اور حضرت علیؓ کے متعلق جو منبروں پر لعن طعن کی جاتی تھی اُسے بھی آپؓ نے بالکل بند کر دیا اور اس کی بجائے خطبہ میں یہ آیت رکھدی کہ:۔

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ ۝

آپؓ کی خلافت میں بعد میں آنے والے خلفاء بنو امیہ کے لئے ایک عظیم الشان سبق تھا، مگر افسوس کہ انہوں نے اس سے ذرہ بھی فائدہ نہ اُٹھایا، بلکہ پھر اُسی دلدل میں پھنس گئے۔

اگر خلفاء بنی امیہ اپنی طاقت کو اپنے اندرونی جھگڑوں میں صرف نہ کرتے اور خلفاء راشدین کی طرح خلیفہ کا انتخاب جمہور مسلمانوں کے ہاتھ میں رہنے دیتے تو یقیناً

Digitized by Khilafat Library Rabwah

چند ہی سالوں میں تمام دُنیا پر اسلامی حکومت چھا جاتی، اور آج دُنیا میں اسلام ہی اسلام ہوتا۔ مگر افسوس! کہ مسلمانوں کی باہمی کشمکش نے یہاں تک نوبت پہنچادی کہ وہ رومیوں کی سلطنت جو ابتدائے خلافت بنوامیّہ میں بالکل کمزور تھی، اسے اپنی طاقت کو مضبوط بنانے کا موقعہ مل گیا۔ اور جب عبدالملک بن مروان مصعب کا مقابلہ کرنے کے لئے شام سے عراق کی طرف روانہ ہؤا تو رومیوں نے یکدم شام پر حملہ کر دیا۔ اور عبدالملک کو ایک ہزار دینار روزانہ خراج پر اُن سے صلح کرنی پڑی۔

خلافت بنوامیّہ میں صرف ایک ہی خلیفہ کے زمانہ میں مسلمانوں کو اندرونی فتنہ سے فراغت ملی تھی اور وہ ولید بن عبدالملک کا زمانہ تھا۔ اور گو اُنہیں کل نو سال اور آٹھ ماہ خلافت کرنے کا موقعہ ملا، مگر اِس عرصہ میں مُسلمانوں نے اس قدر شاندار فتوحات حاصل کیں کہ نہ اس سے پہلے اور نہ اس کے بعد اُن کے خاندان کے کسی بھی خلیفہ کو ایسی فتوحات نصیب ہوئیں۔ اس کے زمانہ میں (۱) محمدؐ بن قاسم سترہ سالہ نوجوان نے کل چھ ہزار کی جمعیّت کے ساتھ سندھ تک کے تمام علاقہ کو فتح کر لیا۔

(۲) قتیبہ بن مسلم باہلی نے بخارا، خوارزم، سمرقند، شاس اور فرغانہ حتّٰی کہ خجند اور کاسان تک کے تمام علاقہ کو مسخّر کر لیا۔

(۳) موسیٰ بن نصیر کے غلام طارق بن زیاد نے بارہ ہزار کے لشکر کے ساتھ راڈاک شاہ اندلس کی ایک لاکھ قواعدداں فوج کو شکست دیدی۔

(۴) مسلمہ بن عبدالملک نے رومیوں پر متعدد چڑھائیاں کر کے اُن سے متعدّد مضبوط قلعے چھین لئے۔

خلافتِ بنی عباس

یہ بتایا جا چکا ہے کہ مسلمانوں کی حکومت میں سب سے اہم وجہ فساد کی خلافت کو بنوامیّہ کا ذاتی جائیداد قرار دینا تھا۔ شیعہ گروہ کو اِس امر کی اشاعت کا موقعہ مل گیا، کہ اگر خلافت کا حق کسی خاندان کو ہو سکتا ہے، تو وہ اہل بیت ہیں۔ چنانچہ خودغرض لوگوں نے اِس آگ کو خوب ہوا دی، اور یہ آگ ایسی مشتعل ہو گئی کہ اندر ہی اندر عراق، ایران اور خراسان کی ایک کثیر جماعت اہلبیت کی طرفدار ہو گئی۔ ان لوگوں میں بعض آدمی نہایت ہی عقلمند اور زیرک واقع ہوئے تھے، اور وہ بنی عباس میں سے تھے۔ انہوں نے سوچا کہ سلطنت اور خلافت کا ایک خاندان سے دوسرے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خاندان میں منتقل کرنا کوئی آسان امر نہیں۔ اس لئے خاص جدّ و جہد ہونی چاہیئے۔ چنانچہ انہوں نے خصوصیت کے ساتھ ان علاقوں میں تبلیغ شروع کی جو قدیم سے صاحبِ ریاست اور حکومت رہ چکے تھے، مگر مسلمان ہونے کے بعد حکومت میں اُن کو کوئی حصّہ نہیں ملا تھا۔ یہ بھی دراصل بنوامیہ کی سخت غلطی تھی، کہ انہوں نے خلافت پر قبضہ کرنے کے ساتھ ساتھ حکومت کے دوسرے عہدوں کو بھی اپنے ہی خاندان تک محدود رکھا۔ جس کا نتیجہ لازماً یہ نکلا، کہ شیعہ گروہ آہستہ آہستہ طاقت پکڑ گیا۔ اور جب بنوامیہ میں نفاق زیادہ پھیل گیا، تو امام ابراہیم نے ایک نہایت ہی حوصلہ مند، صاحبِ عزم و ہمت نوجوان **ابو مسلم** خراسانی کو شیعہ جماعت کا امیر بنا کر خراسان بھیج دیا۔ اور وصیت کی، کہ اگر ہو سکے تو ان علاقوں میں کوئی عربی بولنے والا زندہ نہ رہے۔ ابومسلم ۱۲۸ھ میں خراسان پہنچا۔ عربوں کی باہمی عداوت سے فائدہ اٹھا کر ایک سال تک اُس نے خوب اپنے پاؤں جمالئے۔ اور پھر علی الاعلان طاقت اور سطوت سے کام لینا شروع کیا۔ اُس نے وہ کشت و خون کیا کہ اکثر مسلمان مؤرخین کا قلم اس کے ذکر سے رُک جاتا ہے۔ چنانچہ بیان کیا جاتا ہے کہ صرف دو تین سال کے عرصہ میں اس شخص کے ذریعہ سے چھ لاکھ سے زائد مسلمان مارے گئے۔ مگر بہرحال وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا اور حکومت بنوامیہ سے نکل کر بنوعباس میں آگئی۔

ولیعہدی کا بُرا دستور

بنوعباس کے سامنے بنوامیہ کی تاریخ کا ایک کھلا باب موجود تھا۔ وہ جانتے تھے، کہ ولیعہدی کے بُرے دستور کی وجہ سے ہی بنوامیہ پر تمام مصیبتیں آئی تھیں، مگر افسوس کہ انہوں نے ان کے حالات سے مطلقاً کوئی نصیحت نہیں پکڑی۔ بلکہ ان کے عہد میں بھی ولی عہدی کا وہی بُرا دستور قائم رکھا جو بنوامیہ میں تھا۔ **سفاح** نے جو پہلا عباسی خلیفہ تھا، اپنے بھائی **ابو جعفر منصور** کو ولیعہد تجویز کیا۔ اور ساتھ ہی اُس کے بعد اپنے بھتیجے **عیسیٰ بن موسیٰ** کی ولیعہدی کا فرمان بھی لکھدیا جب **منصور** تختِ خلافت پر متمکن ہوا تو اس کی طبیعت بھلا یہ کب گوارا کر سکتی تھی کہ اس کا نوجوان بیٹا **مہدی** خلافت سے محروم رہے اور اس کے بعد عیسےٰ بن موسےٰ اس کا بھتیجا تخت نشین ہو جائے۔ اس لئے چاہا کہ خلافت میں عیسےٰ کا درجہ مہدی کے بعد کر دے۔ عیسیٰ اس امر پر راضی نہیں تھا۔ اس وجہ سے خلیفہ کی طرف سے اس پر اس قدر سختیاں کیں کہ اسے مجبوراً اس امر پر رضامند ہونا پڑا۔ **مہدی** جب خلیفہ ہوا تو اس نے بھی اس بات کا اعادہ کیا جو **منصور** نے کی تھی یعنی عیسےٰ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کو مجبور کیا، کہ وہ بالکل ولی عہدی سے دست بردار ہو جائے، تا وہ اپنے بعد اپنے دونوں بیٹوں ہادی اور ہارون کو یکے بعد دیگرے ولی عہد بنائے۔ چنانچہ اس بچارے نے تنگ آ کر دستبرداری لکھ دی۔

اب جب ہادی کا عہد شروع ہؤا، تو وہ بھلا یہ کب پسند کر سکتا تھا، کہ اُس کے بعد اُس کے بیٹے کی بجائے اُس کا بھائی خلیفہ بن جائے، اُس نے یہاں تک جرأت کی کہ ہارون کی رضامندی کے بغیر اسے ولی عہدی سے نکال کر اپنے نوعمر بیٹے کو ولی عہد بنایا۔ لیکن ہارون چونکہ ایک بیدار مغز آدمی تھا اور علاوہ ازیں اُس کی امداد کے لئے قوی دست و بازو تھے اس لئے خلیفہ اپنے ارادہ میں کامیاب نہ ہؤا۔ ہارون نے خلیفہ ہو جانے کے بعد پہلے ماموں کو خلیفہ بنانا چاہا، لیکن وہ چونکہ کنیز کے بطن سے تھا اس لئے زبیدہ کے اثر سے مجبور ہو کر اُس نے امین کی ولیعہدی کا فرمان لکھا۔ دس سال کے بعد جعفر بن یحییٰ برمکی کی کوشش سے جو مامون کا اتالیق تھا، مامون کے لئے بھی عہد نامہ لکھا۔ پھر عبد الملک بن صالح کے مشورہ سے اپنے تیسرے بیٹے قاسم یعنی موتمن کو بھی ولی عہد بنایا۔ اور اس کا لقب موتمن رکھا۔ اس کے بعد کل ممالکِ اسلامیہ کو ان تین حصوں میں تقسیم کر دیا۔

(۱) مشرقی حصہ یعنی خراسان وغیرہ مامون کو دیا۔

(۲) مغربی حصہ یعنی مصر اور شام امین کو دیا۔

(۳) جزیرہ موتمن کے حوالہ کیا۔

اور ہر ایک کو مستقل امیر بنا دیا۔ اور اس طرح سے اپنی زندگی میں ایسے سامان پیدا کر دیئے، کہ اُس کی اولاد ایک دوسرے کی جانی دشمن بن گئی۔

ہارون کی وفات کے بعد جب امین تخت پر بیٹھا، تو اس کے دل میں بھی وہی خواہش پیدا ہوئی جو اُس کے اسلاف کے دلوں میں ہوئی تھی۔ یعنی اُس نے بھی چاہا، کہ مامون کو ولایت سے دست بردار کرا کے اپنے بیٹے کو ولی عہد بنائے۔ مامون کے پاس خراسان کی حکومت تھی اور وہ ایک زبردست فوجی قوت کا مالک تھا۔ اس بناء پر اُس نے انکار کیا۔ مامون سے مقابلہ کے لئے ایک جرّار لشکر بھیجا۔ اور آخر وہ خونی واقعات پیش آئے، کہ جن سے عالمِ اسلامی میں ایک اضطراب پیدا ہو گیا۔ خود بغداد کا محاصرہ ہؤا۔ یہاں تک کہ امین مارا گیا اور مامون خلیفہ ہؤا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مامون نے دوسروں کی نسبت یہ عقلمندی کی، کہ صرف اپنے بھائی **معتصم** کو جانشین مقرر کیا۔ اسی طرح معتصم نے بھی صرف اپنے بیٹے **واثق** کو ولیعہد بنایا۔ لیکن واثق عہدِ ولایت لکھے بغیر فوت ہوگیا۔ اور اس کی موت کے بعد ارکانِ دولت نے **متوکل** کو خلیفہ منتخب کیا۔

متوکل پھر اسی غلطی کا مرتکب ہوا جس کا ارتکاب **ہارون** نے کیا تھا۔ یعنی اُس نے بھی اپنے تینوں بیٹوں **منتصر**، **معتز** اور **موئد** کو یکے بعد دیگرے ولیعہد بنایا اور کل ممالک اسلامیہ کو تین حصوں میں اس طرح تقسیم کر دیا۔

(۱) افریقہ، مغرب، شام، جزیرہ، حجاز، عراق، یمن، اہواز، مکران اور سندھ **منتصر** کو۔

(۲) خراسان، طبرستان، آرمینیہ، آذربائجان اور فارس **معتز** کو۔

(۳) جند حمص، جند دمشق اور جند فلسطین **موئد** کو۔

تعجب ہے، کہ **ہارون** کی اولاد کا بُرا انجام دیکھ لینے کے بعد **متوکل** کو کس طرح جرأت پیدا ہوئی، کہ اُس نے بھی اپنے تینوں بیٹوں کے نام ولیعہدی کا فرمان لکھدیا۔

منتصر کو بعض وجوہات کی بنا پر ولیعہدی سے معزول کرنا چاہا، لیکن وہ چونکہ مستقل امیر تھا اور اس کے پاس ترکوں کا ایک جرّار لشکر تھا۔ اس نے **متوکل** کو قتل کر دیا اور خود خلیفہ ہوگیا۔

منتصر نے چالیسؔ دن کے بعد اپنے دونوں بھائیوں کو بُلا کر ولیعہدی سے معزولی کا فرمان سُنایا۔ موئد نے تو تسلیم کر لیا، لیکن معتز نے مخالفت کی۔ مگر اسے بھی بالآخر مجبور ہو کر ماننا پڑا۔ **منتصر** کی کوئی اولاد نہ تھی، اس لئے وہ بھی ولیعہد بنائے بغیر فوت ہوگیا۔

اس کی وفات کے بعد ارکانِ حکومت نے **مستعین** بن محمدؐ بن معتصم کو تخت نشین کیا۔ اس کے زمانہ میں خلافتِ عباسیہ ترکی غلاموں کے قبضہ میں آگئی۔ وہ جس کو چاہتے تھے خلیفہ بنا دیتے تھے، اور جس کو چاہتے تھے معزول کر دیتے تھے۔ صرف پندرھویں عباسی خلیفہ **معتمد** نے اپنے بھتیجے **معتضد** کو اپنا ولیعہد بنایا۔ اور اس نے اپنے بیٹے **مکتفی** کو۔ اس کے بعد پھر خلیفہ کا عزل ونصب ترکوں کے ہاتھ میں آگیا۔

بنی بویہ کے زمانہ میں کل اختیارات ان ہی کے ہاتھ میں تھے۔ خلفاء صرف برائے نام ہوتے تھے۔ اس عہد میں جس قدر خلفاء ہوئے سب کے سب معزول ہوتے رہے۔ صرف **قادر** ایک عرصہ تک قائم رہا۔ اور اُس نے اپنے بیٹے **قائم** کو ولیعہد بنایا۔ اس کے بعد خلافت باپ سے بیٹے کیطرف منتقل ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ سنہ ۶۵۶ھ میں **ہلاکو خان** نے جو چنگیز خان کا پوتا تھا **بغداد** پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

قبضہ کر لیا اور وہاں کے آخری خلیفہ مستعصم کو قتل کر ڈالا۔

بد عہدی

ناظرین نے غور کیا ہوگا۔ کہ ایفاء عہد اور وفا جن پر عربوں کو ناز تھا، خلفاء بنی عباس کے زمانہ میں انہیں کس طرح **بد عہدی** اور **بے وفائی** میں منتقل کر دیا گیا۔ اپنے ذاتی اغراض کی خاطر عہد کا احترام ان سے اِس حد تک اُڑ چکا تھا، کہ غیر تو الگ رہے **محمد بن علی طبا طبائی** کو بھی لکھنا پڑا کہ "دولتِ عباسیہ کا شیوہ مکر، چالاکی اور غداری تھا۔ اور قوت و طاقت کی بہ نسبت ان کی سیاسیات میں بد عہدی و فریب کا جُز غالب رہا۔"

چنانچہ جب **مروان** کو **صالح بن علی** نے مصر میں پہنچکر قتل کیا، تو اس کا یہ حال دیکھ کر **ابن ہبیرہ** نے بھی جو پہلے خوب ڈٹ کر عباسیوں کا مقابلہ کر رہا تھا **منصور** سے صلح کی درخواست کی۔ منصور نے اسے امان دی اور باقاعدہ عہد نامہ لکھا گیا۔ لیکن اسی اثناء میں **ابو مسلم** کا خط پہنچا، کہ **ابن ہبیرہ** کا باقی رکھنا دُور اندیشی کے خلاف ہے۔ چنانچہ ابھی عہد نامہ کی سیاہی بھی خشک نہ ہونے پائی تھی، کہ ابو جعفر **منصور** نے اس کو مع اس کے تمام ساتھیوں کے قتل کر ڈالا۔

بیجا ظلم

بے جا ظلم کا یہ حال تھا، کہ **سفاح** نے جو بنو عباس کا سب سے پہلا خلیفہ تھا اپنے عہد میں بنو امیہ کو چُن چُن کر قتل کر ڈالا۔ جوشِ انتقام میں **عبد اللہ بن علی** نے شام میں جا کر خلفاء بنی امیہ **امیر معاویہ**، **یزید** اور **عبد الملک** وغیرہ کی قبریں کھدوا ڈالیں۔ اور بوسیدہ ہڈیوں کو بھی کھدوا کر پھینکوا دیا۔ **ہشام بن عبد الملک** کی لاش صحیح و سالم نکلی تھی، صرف ناک گل گئی تھی اُسے کوڑوں سے پٹوا کر سُولی پر چڑھا دیا۔ پھر آگ میں جلایا اور راکھ ہوا میں اُڑا دی۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

عراق میں خود **سفاح** نے بھی یہی کیا۔ ایک بار تخت پر بیٹھا تھا، ایک جانب کرسیوں پر **بنو ہاشم** اور دوسری جانب گدّوں پر **بنو امیہ** بیٹھے تھے، اسی اثناء میں ایک شاعر نے آکر بنو امیہ کے مظالم میں چند اشعار ایسے دردناک لہجہ میں سُنائے کہ **سفاح** کا چہرہ سُرخ ہوگیا اور اُس نے بنو امیہ کی طرف مخاطب ہو کر کہا، کم بختو! ہمارے جن عزیزوں کو تم نے قتل کیا وہ تو فنا ہوگئے اور تم ابھی تک اِس دُنیا میں عیش کرنے اور لذت اُٹھانے کے لئے زندہ ہو۔ پھر خراسانیوں کو حکم دیا اور سب کو قتل کروا ڈالا۔

خود غرضی اور حسد

بنو عباس نے صرف بنو امیہ کا خاتمہ کر کے ہی چین نہیں لیا بلکہ چونکہ ارکانِ حکومت میں بھی باہمی حسد اور خود غرضی کے جذبات موجزن تھے اسلئے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بدعہدی، دھوکہ اور فریب سے جو کسی کے قابو آیا اس نے اُسے مروا دیا۔ چنانچہ ابوسلمہ خلال جو وزیر آل محمدؐ کے لقب سے مشہور تھا اور جس نے سلطنت عباسیہ کے قیام میں بڑی امداد دی تھی، مگر پہلے خلافت آل علی کو پیش کی تھی اُسے بھی سفاح نے قتل کروا دیا۔

سفاح کے بعد **منصور** نے **ابومسلم خراسانی** کو جو ان کی خلافت کا بانی مبانی تھا ایک منصوبہ کے ماتحت دربار میں منگوایا اور وہیں قتل کر دیا۔

باہمی رقابت

باہمی رقابت کا یہ حال تھا کہ حکومت کے ایک رُکن کی ماتحتی میں دوسرا رُکن حج کرنے کے لئے نہیں جاتا تھا۔ اور نہ جانیوالے کے متعلق جانیوالا یقین کر لیتا تھا۔ کہ یہ میرا دشمن ہے۔ پھر اس کے قتل کے منصوبے باندھے جاتے تھے۔ اس قسم کی کئی مثالیں بنو عباس میں موجود ہیں۔ مگر خوفِ طوالت سے اس کا ذکر نہیں کیا جا سکتا۔

نسبی مفاخر

نسبی مفاخر جیسے قرآن کریم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں قطعاً نابود کر دیا گیا تھا پھر عود کر آیا اور حسب نسب کے فخر کیوجہ سے خلافت کے دعوے کئے جانے لگے۔ چنانچہ ابوجعفر **منصور** اور **محمد بن عبداللہ** نفس زکیہ کی خط و کتابت پڑھنے سے اسپر خوب روشنی پڑتی ہے۔

فضول خرچی

خلفاء بنی عباس کے زمانہ میں عیش و عشرت اِس حد تک ترقی کر چکا تھا کہ شاید اس زمانہ کی غیر مسلم حکومتوں میں بھی اس کی مثال نہ مل سکے۔ عباسی خلیفہ مامون کے دستر خوان کا روزانہ خرچ دس ہزار درہم تھا۔ اسکی ایک شادی کا حال بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

مامون جب حسن بن سہل کی بیٹی **بوران** سے شادی کیلئے گیا تو برات حسن بن سہل کے ہاں ۱۹ دن تک رہی۔ حسن بن سہل نے کاغذ کے پرچوں پر گاؤں، گھوڑے، درہم اور دینار کی رقمیں لکھکر مشک میں اُن کی گولیاں بنا کر بنی ہاشم، امراء فوج اور اعیانِ سلطنت کے اوپر نثار کیں، اور اعلان کر دیا کہ جس شخص کے ہاتھ میں جو پرچہ پڑے اس میں جو کچھ لکھا ہؤا ہو وہ اُسی کا ہوگا۔ غرض اِس تقریب پر حسن بن سہل نے پانچ کروڑ درہم صرف کئے۔ اب اندازہ لگائیے کہ مامون نے اس تقریب پر کیا کچھ خرچ کیا ہوگا۔

بیجا سختیاں

بعض ذوقی اور علمی مسائل کو دینی عقائد قرار دیکر سینکڑوں علماء ذی شان کو سزائیں دی گئیں۔ مثلاً خلیفہ **مامون** اور **معتصم** کے زمانہ میں "قرآن مخلوق ہے یا غیر مخلوق" کی بحث چھیڑ کر اپنے خلاف عقیدہ رکھنے والوں کو سنگین سزائیں دی گئیں۔ حضرت احمد بن حنبلؒ جیسے عظیم الشان انسان کو پورے اڑھائی سال قید میں رکھکر کوڑے لگوائے جاتے رہے۔ اور وہ بیچارے انہی سختیوں کی وجہ سے قید میں فوت ہو گئے۔ حالانکہ یہ ایک صریح ظلم تھا جسے خلفاء نے محض تحکم اور ضد کی وجہ سے روا رکھا۔ ورنہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دین اسلام کا اس سے دُور کا بھی تعلق نہ تھا۔ خلفاءِ راشدین کے زمانہ میں اِس قسم کا ایک مسئلہ حضرت ابوذر رضؓ نے پیدا کیا، کہ وہ بیت المال کے روپیہ کو اللہ کا مال نہیں کہنے دیتے تھے۔ بلکہ اسے مسلمانوں کا مال کہتے تھے۔ مگر حضرت عثمان رضؓ نے اس بناء پر انہیں ہرگز کسی قسم کی سزا نہیں دی، بلکہ جب دیکھا کہ کچھ شریر لوگ اُنہیں انگیخت کر کے ایک فتنہ کی صورت پیدا کرنا چاہتے ہیں تو انکا معقول وظیفہ مقرر کر دیا اور اُن کے رہنے کے لئے ایک الگ جگہ مقرر فرما دی۔

اعلیٰ ترقی کی راہیں بند

خلفاءِ راشدین کے زمانہ میں ہر شخص اعلیٰ سیاسی ترقی کر سکتا تھا، اور اپنی خدمات سے اسلام کو بیش از بیش فائدہ پہنچا سکتا تھا۔ مگر بعد کے خلفاء کے زمانہ میں وہ بات نہ رہی۔ اگر کوئی قابل جرنیل پیدا ہو جاتا تو اس کے متعلق خلفاء کو یہ شبہ لاحق ہو جاتا کہ شاید یہ حکومت پر ہی قبضہ نہ کر لے اسلئے وہ معمولی سے معمولی انحراف کو دیکھکر بھی اس کا خاتمہ کر دیتے تھے۔ چنانچہ ان کے اکثر وزراء اور امراء مقتول یا محبوس ہوتے رہے۔ خود ابو مسلم خراسانی جو اس خلافت کا بانی مبانی تھا اسی شک میں مارا گیا اور ابو جعفر منصور کے شبہ کے سامنے اُس کی عظیم الشان خدمات کچھ کام نہ آئیں۔

برامکہ کا خاندان جس نے اس سلطنت کی بہتری کے لئے نہایت ہی قابلِ قدر خدمات سرانجام دی تھیں ہارون کے ذرا سے شُبہ پر کہ یہ باطن میں علویہ کا طرفدار ہے بالکل تباہ و برباد کر دیا گیا۔ وغیرہ وغیرہ۔

غرضیکہ جو بہترین دماغ بھی ان میں پیدا ہوا اس کے متعلق کئی قسم کی بدگمانیاں کر کے اسے مروانیکی فکر کی۔ اور اگر کوئی قابل مدبّر خلیفہ کی اپنی نظر بد سے بچ نکلتا تو اس کے حاسدین خلیفہ کے پاس چغلیاں کھا کھا کر اُسے قتل کروا دیتے۔ اور اس طرح سے سلطنت اپنے بہترین خادموں سے محروم رہ جاتی لیکن خلفاءِ راشدین کا زمانہ اِن امور سے بالکل پاک تھا۔ نہ ان کو کوئی ذاتی غرض انصاف سے روک سکتی تھی کیونکہ وہ اچھی طرح سے سمجھتے تھے، کہ ہم اُمت کے نگران ہیں اگر ہماری وجہ سے اسلام کو ذرا سا بھی صدمہ پہنچا تو قیامت کے روز ہم سے باز پُرس ہو گی۔ اور نہ ہی کسی جرنیل یا مدبّر کو یہ خیال پیدا ہو سکتا تھا، کہ ہم اُمت کی مرضی کے بغیر خلافت کے منصبِ جلیلہ کو حاصل کر سکتے ہیں۔ اس لئے وہ بھی ذاتی اغراض کو بالائے طاق رکھکر محض اُمت کی خیر خواہی کے لئے کارہائے نمایاں سرانجام دیتے تھے۔ چنانچہ حضرت خالدؓ کی مثال اس امر کا ایک زندہ ثبوت ہے۔ ان کو جب حضرت عمرؓ نے عہدۂ جرنیلی سے معزول کر دیا تو وہ ایک سپاہی کی حیثیت میں پورے اخلاص اور جوش کے ساتھ اپنے افسروں کی ماتحتی میں والہانہ رنگ میں کام کرتے رہے۔ یقیناً یہ اُن کی ایک ایسی قربانی ہے کہ مسلمان قوم اس پر جتنا بھی فخر کرے کم ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اسلام کے مقابلہ میں ذاتی فوائد کو ترجیح

خلفاءِ راشدین کے زمانہ میں مسلمانوں کے اتفاق اور اتحاد کا یہ عالم تھا، کہ وہ غنیم کے مقابلہ میں اپنے تمام اندرونی جھگڑوں اور مناقشات کو بھول جاتے تھے۔ چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے زمانہ میں جب امیر معاویہ نے سر اٹھایا اور باہمی جنگ شروع ہوئی تو رومی بادشاہ نے امیر معاویہ کو لکھا کہ اگر آپ چاہیں تو مَیں (حضرت) علیؓ کے مقابلہ میں آپ کی امداد کرنے کے لئے تیار ہوں۔ مگر انہوں نے جواب دیا کہ اگر تم نے حملہ کیا تو حضرت علیؓ کی فوج میں سے پہلا جرنیل مَیں ہونگا جو تمہارے مقابلہ کیلئے نکلونگا۔ لیکن بغداد کے عباسی خلیفہ ہارون نے سپین کے بنو امیہ فرمانرواؤں کو نقصان پہنچانے کیلئے مشرقی رومی حکومت سے جو بازنطینی کہلاتی تھی صلح کی اور سپین کے مسلمان بادشاہوں نے بغدادی حکومت کے خلاف مدد لینے کے لئے پاپائے روم کو تحائف بھیجے اور اس سے صلح کی۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون

اس کے مقابلہ میں خلفاءِ راشدین کی زندگیوں کو دیکھو۔ وہ اپنے تمام ذاتی فوائد کو بالائے طاق رکھکر بلکہ اپنی جان کی بھی پرواہ نہ کرتے ہوئے قرآن کریم اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے فرائض کو پورا کرنا ضروری سمجھتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وصال سے قبل مرض الموت میں جنگ موتہ کے انتقام کے لئے ایک لشکر اسامہؓ کی سرداری میں مرتب کیا تھا مگر وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیماری کی وجہ سے رُک گیا، یہانتک کہ آپؐ کا وصال ہوگیا۔ حضورؐ کے وصال کی خبر سُنکر عرب کے نومسلم قبائل کے ارتداد کی خبریں آنا شروع ہوگئیں۔ لوگوں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو مشورہ دیا کہ یہ فوج باہر نہ جانی چاہیئے۔ فرمایا "قسم ہے اُس اللہ کی جسکے قبضہ میں میری جان ہے، اگر مَیں یہ بھی جان لوں کہ درندے مجھ کو پھاڑ کھائیں گے تب بھی اِس لشکر کو نہیں روکونگا، اور خواہ بستیوں میں میرے سوا کوئی بھی زندہ نہ رہ جائے پھر بھی اس کو روانہ کئے بغیر نہیں رہوں گا۔" سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔ اگر ایسی خلافت بعد میں بھی جاری رہتی تو یقیناً دُنیا میں آج کوئی غیر مسلم نظر نہ آتا۔ اور چاروں طرف دُنیا میں امن ہی امن ہوتا۔

ایک اہم سوال کا جواب

اس موقعہ پر مَیں ایک اہم سوال کا جواب دینا بھی ضروری سمجھتا ہوں اور وہ یہ کہ بعض لوگوں کی طرف سے یہ سوال کیا جاتا ہے، کہ اگر پہلے چاروں خلفاء خلفاءِ راشدین کہلاتے ہیں، تو حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے زمانہ میں باہمی فسادات اور جنگیں کیوں شروع ہوگئیں۔ اِس کا جواب یہ ہے کہ ہم یہ نہیں کہتے کہ خلفاءِ راشدین کے زمانہ میں مسلمانوں کے اندر باہمی جھگڑے اور جنگیں ہو ہی نہیں سکتے بلکہ ہم جو کچھ کہتے ہیں وہ یہ ہے کہ خلیفہ راشد

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کے زمانہ میں مسلمانوں کو خلیفہ کی طرف سے کسی ناانصافی یا غداری کا خوف نہیں ہو سکتا اور نہ اُسے کوئی طاقت مسلمانوں کے درمیان عدل کرنے سے روک سکتی ہے اور اسی کا نام امن ہے۔

کلمۃ الفصل چونکہ مضمون لمبا ہو گیا ہے، اس لئے میں خلفاءِ عباسیہ بغداد کے واقعات پر ہی اِسے ختم کرتا ہوں۔ اور آخر میں پھر مختصر الفاظ میں یہ بیان کر دیتا ہوں کہ خلافت بنی امیہ اور خلافت بنی عباس دونوں خلافتوں میں چونکہ جمہوریت کی روح نہیں رہی تھی، اور خلفاء مسلمانوں کے مشوروں سے قطعاً بے نیاز ہو کر آزاد بادشاہوں کی طرح زندگی بسر کرتے تھے، اِس وجہ سے استبداد کے جو لازمی نقائص ہیں وہ اُن میں پیدا ہو گئے تھے۔ وہ سادگی اور عدم تصنع جس سے خلفاءِ راشدین کی مجالس مزین ہوتی تھیں اس کی بجائے اُنکے دربار دارا اور کیخسرو کے درباروں کا نمونہ بن گئے۔ عیش و عشرت، شراب نوشی، شکار اور تفریح میں انہماک پیدا ہو گیا۔ جس کی وجہ سے مسلمانوں میں باہمی فساد، عداوت، رقابت اور بُغض کے جذبات وسیع سے وسیع تر ہوتے گئے۔ اور بجائے اس کے کہ اعلائے کلمۂ حق کے لئے غیر ممالک کی طرف توجہ کی جاتی مسلمان باہمی چپقلش میں ہی اُلجھ کر رہ گئے۔ اِس میں کوئی شک نہیں کہ درمیان میں بعض بعض خلفاء اچھے بھی آتے رہے، لیکن ان کا وجود ایک عارضی فائدہ سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا تھا۔ لیکن اگر خلافت کی بُنیاد خلافتِ راشدہ کے نمونہ پر قائم رکھی جاتی اور مسلمانوں میں سے اہل الرائے اصحاب خلافت کے لئے قوم کے بہترین دماغوں کو چُنتے، تو یقیناً یہ خرابیاں پیدا نہ ہوتیں۔ ان خلفاء کو بھی اِس امر کا احساس رہتا کہ خلافت ہماری ذاتی جائیداد نہیں بلکہ قوم کی امانت ہے، قوم نے ہم پر بھروسہ کر کے ہمارے حوالہ کی ہے اسلئے ہمیں اس کی بہترین رنگ میں حفاظت کرنی چاہئے۔ اور قوم بھی محض رضاء الٰہی کے لئے اُن کی اطاعت اور اُن سے تعاون کرتی؛

Digitized by Khilafat Library Rabwah

۱۔ کیا موجودہ وید الہامی ہیں؟

(ملک فضل حسین صاحب احمدی مہاجر)

جس طرح یہودی توریت اور دیگر صُحفِ انبیاءؑ کو، عیسائی چار انجیل اور خطوط الرسل کو۔ پارسی دساتیر اور ژنداوستھا کو اور مسلمان قرآن کریم کو کلام اللہ سمجھتے ہیں اسی طرح آریہ سماج بھی ویدوں کو الہامی اور ایشوری گیان تبلاتی ہے۔

وید کے متعلق سماجک دعویٰ

اور اس کا دعویٰ ہے کہ ایشور نے ابتدائے دُنیا میں اگنی، وایُو، آدتیہ اور انگرا نام کے چار رشیوں کے ذریعہ رگوید، یجروید، سام اور اتھرووید بندوں کی ہدایت و رہنمائی کے لئے نازل فرمائے۔ اور صحیح معنوں میں یہی چار پُستکیں خدا کا کلام کہلانے کی مستحق ہوسکتی ہیں اور انہی پر عمل پیرا ہو کر بنی نوع انسان اپنی دُنیا و عاقبت سنوار سکتی ہے۔

سماجی دعویٰ قابلِ قبول نہیں

مگر عجیب بات یہ ہے کہ اس دعویٰ کا مدعی وہ گروہ ہے جو ویدوں کے مغز اور اُن کی اصل حقیقت سے ایسا ہی ناواقف ہے جیسا کہ ایک براہمن یا جینی سادھو گوشت کے ذائقہ سے۔ ایسی حالت میں ناظرین خود ہی قیاس فرمالیں کہ جو لوگ خود بھی ویدوں سے لاعلم ہیں اور نہیں جانتے کہ ویدوں میں کیا لکھا ہے وہ اگر یہ دعویٰ کریں کہ دُنیائے جہان کی تمام مذہبی کتابیں جعلی اور انسانی تصنیف ہیں۔ مگر وید ہی وہ کُتب ہیں جو ایشور کی طرف سے نازل ہوئیں قابلِ قبول ہوسکتا ہے؟

لیکن جس طرح کسی شخص کا دیسی کو لہو کو دیکھ کر اُسے ولایتی خراس بتلانا ناقابلِ تسلیم ہے اسی طرح اور بیشک اسی طرح ویدک سنسکرت اور وید وِدّیا سے بے خبر سماجیوں کا موجودہ ویدوں کو خالص ایشور کا گیان بتلانا بھی قبول کرنے کے لائق نہیں۔ کیونکہ یہ امر دو اور دو چار کی طرح ثابت ہو چکا ہے کہ آریہ سماج میں نہ تو ویدک سنسکرت کا کوئی فاضل ہے اور نہ ہی ویدوں کا کوئی عالم اور پنڈت۔

اور یہ ایسی تلخ حقیقت ہے کہ جسکو بعض ممتاز پنڈتانِ سماج نے بھی چار و ناچار تسلیم کیا ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل اقتباسات سے عیاں ہے:۔

آریہ سماج میں ویدوں کا کوئی عالم نہیں

ایڈیٹر آریہ پتر کا

نے عرصہ ہوا اپنے اخبار میں آریوں کو مخاطب کرتے ہوئے اس حقیقت کا بایں الفاظ اظہار کیا تھا کہ:۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

۱۔ "اے بھولے بھائیو! آپ" میاں منگتے باہر کھڑے درویش" کے مصداق۔ جو چیز تمہارے پاس ہی نہیں تم دوسروں کو کیا دو گے؟ جب تم خود ویدوں کو پڑھنے کی کوشش نہیں کرتے اور انکی وِدیا کو حاصل کرنا تضیع اوقات سمجھتے ہو تو دوسروں کو ویدوں کا پیغام کیا دے سکتے ہو۔ تمہارے یہ کہنے سے کہ ویدوں میں رتن بھرے پڑے ہیں، وہ روحانیت اور علوم الٰہی کا مخزن ہیں، ان میں دُنیا بھر کی سائنس اور فلاسفی پائی جاتی ہے اور دُنیا کی لائبریری میں سب سے اعلیٰ اور مفید پُستک ہیں کوئی شخص انکو پڑھنے کی رغبت نہیں کریگا۔ بلکہ وہ صریحاً دیکھیگا کہ تم جس چیز کی تعریف کر رہے ہو تم خود اسکی لذت سے ناآشنا ہو اور تم نے اسکو حاصل کرنیکی کبھی کوشش نہیں کی۔" (اخبار "آریہ پتر کا" ۱۹ اکتوبر ۱۹۱۸ء)

اسی طرح کالج پارٹی کے معزز رکن لالہ رادھا کشن صاحب مہتہ کے مندرجہ ذیل بیان سے بھی ظاہر ہے کہ:۔

۲۔ "آریہ سماجیوں کے دونوں فریقوں میں ویدوں کا فاضل کوئی نہیں۔" (رسالہ اندر جون ۱۹۱۳ء ص ۹۳)

یہی نہیں بلکہ آریہ گزٹ کے سابق ایڈیٹر اور مشہور ودوان پنڈت شیوبرت لال ورمن ایم۔اے نے بھی رسالہ اندر میں اس حقیقت کا بایں الفاظ اعادہ کیا ہے کہ:۔

۳۔ "ہمارے سماجی بھائیوں کو کم از کم اتنا تو سمجھنا چاہیئے تھا کہ جن ویدوں کا تم گیت گاتے ہو تم میں ایک بھی ایسا آدمی نہیں ہے جو ان (ویدوں) کا ماہر کہا جائے۔ ویدک تعلیم کے لئے خود تم ان (سناتنی پنڈتوں) کے دست نگر ہو۔ نہ تم میں ایسے عالم ہیں جو اصلی معنوں میں ویدوں کے حقوق (؟) کا اعلان کر سکیں۔ نہ ایسے عالم ہیں جو براہمن گرنتھ وغیرہ (کتابوں) کی ماہیت کو سمجھ سکیں و سمجھا سکیں۔" (رسالہ اندر۔ اکتوبر ۱۹۱۰ء ص ۳۳۶)

اسی پر بس نہیں بلکہ آریہ سماج کے مشہور مناظر اور چوٹی کے لیڈر سوامی درشنانند جی نے بھی اقرار کیا ہے کہ آریہ سماج میں ویدوں کا کوئی عالم نہیں۔ ان کے اصل الفاظ یہ ہیں:۔

۴۔ آریہ بیچارے ویدک دہرم کو تمام سنسار میں پھیلانے سے مایوس ہو چکے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ جب پچیس ۲۵ سال کے اندر ہم ایک بھی وید کا جاننے والا پیدا نہیں کر سکے تو ہم سارے سنسار (جہان) میں کس طرح ویدوں کا پرچار کر سکینگے۔" (ٹریکٹ "آریہ سماج وچھودا لی" ص ۸)

ایڈیٹر آریہ پتر کا مہتہ رادھا کشن، پنڈت شیوبرت لال اور سوامی درشنانند جی ہی اس حقیقت کے اقراری نہیں بلکہ اور بھی بہتیرے سماجی ودوان اس سچائی کا اقبال کر چکے ہیں۔ مگر یہ مختصر سا مضمون اُن سب آراء کا متحمل نہیں ہو سکتا جو وقتاً فوقتاً پنڈتان سماج کی طرف سے شائع ہوئیں۔ لیکن تاہم ذیل میں ایک اور

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بہت بڑے سماجی وِدوان کی رائے درج کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ جس کو پڑھ کر ناظرین جان سکیں گے کہ کہ ویدوں کا عالم نہ صرف سماج میں ہی کوئی نہیں بلکہ تختۂ دُنیا پر بھی ایسا وجود عنقا صفت ہے۔ ہاں **پنڈت ساتولیکر جی** فرماتے ہیں کہ:۔

۵۔ "حقیقت میں اِس وقت تمام روئے زمین پر کامل وید منتروں کی واقعی اور سچی شرح کرنیوالا ایک بھی شخص نہیں ہے۔" (رسالہ ویدک دہرم جلد ۱ نمبر ۷ صفحہ ۳۲۶)

پس اب جبکہ خود سماجی پنڈتوں کی تحریروں ہی سے آفتاب نیمروز کی طرح یہ ثابت ہوگیا کہ نہ صرف آریہ سماج میں بلکہ دُنیا بھر میں بھی ویدوں کا کوئی عالم نہیں تو ایسی حالت میں آریہ سماج کا ویدوں کو الہامی اور تمام خوبیوں کا مخزن بتلانا اپنے اندر کچھ بھی صداقت نہیں رکھتا۔

ویدوں کو الہامی بتلانا بیسود ہے

بھلا جس کتاب کو جاننے اور بُوجھنے کی یہ لوگ اہلیت ہی قابلیت ہی نہیں رکھتے اس کے متعلق ان کا بڑے بڑے دعوے کرکے دوسروں کو بھی اپنا ہم خیال بنانیکی سعی کرنا کیونکر مناسب ہے؟ لہٰذا وہ سماجی دوست جو وید سے ناواقف ہونے پر بھی اُن کے الہامی ہونے کا ڈنکا پیٹا کرتے ہیں آئندہ اِس قسم کے پوچ اور بیسود دعووں سے اعراض کریں۔

لیکن اگر کوئی ضدّی اور متمرّد مذکورہ بالا اور اس قسم کی دیگر بہت سی شہادتوں کے ہوتے ہوئے بھی وہی سُنا سُنایا راگ الاپے اور دعویٰ کرے کہ وید ہی الہامی کتب ہیں تو اس کو چاہئے کہ ہمارے مندرجہ ذیل مطالبات کا جواب دے۔ تاکہ ہم بھی دیکھیں، کہ اس کا وید سے ناواقف ہوتے ہوئے بھی اس کی وکالت کرنا کس طرح ویدوں کو الہامی ٹھہرا سکتا ہے۔

پہلا مطالبہ

اگر واقعی وید الہامی ہیں اور شروع دُنیا میں ایشور نے چار رشیوں پر نازل کئے تھے تو اس کے متعلق سماجی دوست بتلائیں، ویدوں میں کہاں اور کس مقام پر یہ لکھا ہے کہ ابتدائے دُنیا میں چار رشیوں پر وید نازل ہوئے؟ لیکن ہم بیانگِ دُہل پکار کر کہتے ہیں کہ سماجی مترا اپنی متفقہ کوشش صرف کر دینے پر بھی اس مطالبہ کا جواب وید سے نہیں دے سکتے۔

پس جب وید ہی اس بارہ میں گُنگ ہو اور نہ بتلائے کہ ہمارا نزول کن لوگوں پر ہوا تو اس صورت میں برادرانِ سماج کا از خود ہی فرض کر لینا کہ وید کے ملہم اگنی، وایو، آدتیہ اور انگرا تھے انکے ناواقفِ وید ہونے پر منہ بولتا شاہد ہے۔

اگر کوئی یہ کہے کہ چونکہ وید ازلی ہیں نہ کہ تاریخی کتاب اسلئے اس میں کسی خاص انسان کا نام یاد کر نہیں ہوسکتا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تو اس کے متعلق یاد رکھنا چاہیئے، کہ اول تو وید کو ازلی کہنا اور اسکو تواریخی واقعات سے معرا بتلانا بجائے خود اس سے ناواقف ہونیکی دلیل ہے۔ لیکن اگر فرض بھی کرلیں کہ وید ازلی ہیں اور ان میں تواریخ نہیں ہونی چاہیئے تو پھر بھی کم ازکم اس رنگ میں تو ذکر ہونا چاہیئے کہ جب ویدوں کا نزول ہوتا ہے تو اگنی، وایو، آدتیہ اور انگرا نام کے چار رشیوں پر ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ اگنی، وایو وغیرہ انسان دُنیا میں کبھی ہوئے ہی نہیں اس لئے آریوں کا اُنہیں مُلہم وید ثابت کرنے کے لئے وید کا پرمان پیش کرنا قطعی محال اور ناممکن ہے۔ اور اُن کا یہ عجز دلیل ہے وید کے غیر الہامی ہونے کی۔

دوسرا مطالبہ

اگر سماجی بھائی اگنی، وایو، آدتیہ اور انگرا کا مُلہم وید ہونا ویدک شرتیوں سے ثابت نہیں کرسکتے تو کم ازکم کسی اور کتاب سے ہی یہ دکھلادیں جہاں ان چار موہوم انسانوں نے دعویٰ کیا ہو کہ فلاں زمانہ میں ایشور کیطرف سے ہم پر چار وید نازل ہوئے تھے۔ کیونکہ جب تک وہ اشخاص جنہیں مُلہم بتایا جاتا ہے خود ہی دعویٰ نہ کریں تب تک دوسروں کا کیا حق ہے کہ خواہ مخواہ ان کی طرف وہ باتیں منسوب کریں جن کا انہیں کبھی خیال بھی نہ آیا ہو۔

لیکن چونکہ اس قسم کا دعویٰ وید سے لیکر مہابھارت اور اس سے بعد کی تصانیف میں بھی مرقوم نہیں اسلئے اگر یہ کہیں تو بیجا نہ ہوگا کہ جن کتابوں کو آریہ الہامی بتلاتے ہیں وہ ہرگز الہامی نہیں۔

تیسرا مطالبہ

ویدک دھرمی اگر پہلے اور دوسرے مطالبہ کا جواب نہیں دے سکتے تو کم ازکم کسی مستند کتاب میں یہی لکھا ہوا دکھلادیں کہ ابتدائے دُنیا میں فلاں جگہ اگنی، وایو وغیرہ چار رشیوں پر ایشور کیطرف سے رگوید وغیرہ چار کتابیں نازل ہوئیں۔ چونکہ یہ مطالبہ بہت معمولی اور ہلکا ہے اسلئے آریہ سماج پر واجب ہے کہ اسکو ضرور پورا کر دکھائے۔ کیونکہ اگر وہ اس کو بھی پورا نہ کرسکی تو پھر لامحالہ کہنا پڑے گا کہ وید الہامی نہیں۔ کیونکہ الہامی کتاب وہی ہوسکتی ہے جو کسی شخص پر نازل ہو لیکن جس شخص کا وجود کسی طرح بھی ثابت نہ ہوسکے، اس کو از خود ہی مُلہم مان لینا کسی طرح بھی درست نہیں ہوسکتا۔

لیکن جہانتک ہماری تحقیق ہے ہم علی الاعلان کہیں گے کہ نہ صرف آریہ سماج پہلے دو مطالبات کا جواب نہیں دے سکتی بلکہ اس تیسرے مطالبہ کو پورا کرنا بھی اس کے حیطۂ امکان سے قطعی باہر ہے۔ اور اس کا یہ عجز ثبوت ہے اس امر کا کہ وید نہ تو ایشور کا گیان ہیں اور نہ ہی یہ کسی انسان پر نازل ہوئے۔

ایک وہم کا ازالہ

ممکن ہے اس جگہ کوئی سماجی منتر ستیارتھ پرکاش سے پڑھ کر یہ کہدے کہ دیکھئے شت پتھ براہمن میں لکھا ہے کہ:-

"پہلے پہل یعنی پیدائش کے شروع میں پرماتما نے اگنی، وایو، آدتیہ اور انگرا رشیوں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کے آتما میں ایک ایک وید کو ظاہر کیا" (ستیارتھ پرکاش ہندی بار دوم صفحہ ۲۰۲ و اُردو بار چہارم صفحہ ۲۳-۲۴)

لہٰذا تیسرے مطالبہ کا جواب ہو گیا۔

مگر جو شخص ستیارتھ پرکاش کے محولہ بالا مقام کو پڑھکر یہ سمجھ لیتا ہے کہ ہمارے تیسرے مطالبہ کا جواب ہو گیا وہ دھوکہ میں ہے۔ کیونکہ سوامی صاحب نے شت پتھ براہمن کی جس عبارت کو ستیارتھ میں نقل کیا ہے اس کے وہ معنے نہیں ہوا و پر نقل کئے گئے بلکہ اس کا اگر لفظی ترجمہ کیا جائے تو صرف اسقدر ہو گا کہ۔

"اگنی سے رگوید۔ وایو سے یجروید۔ سُوریہ سے سام وید ظاہر ہوئے[1]"

پس جو شخص اگنی، وایو، آدتیہ، انگرا[2] کو رشی اور خاص انسان سمجھتا اور اعتقاد رکھتا ہے کہ رگوید، یجروید، سام اور اتھروویدا نہی پر پرماتما نے ظاہر کئے وہ بتلائے کہ اصل سنسکرت عبارت کے کس لفظ یا فقرہ کا یہ ترجمہ ہے کہ:-

"پہلے پہل یعنی پیدائش کے شروع میں پرماتما نے ..... انگرا رشیوں کے آتما میں ایک ایک وید کو ظاہر کیا"

لیکن ہم وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ دُنیائے جہان کے سماجی بلکر بھی کوشش کریں تو وہ شت پتھ براہمن کی محوّلہ بالا اصل سنسکرت عبارت سے سوامی جی کے ترجمہ کی تصدیق نہیں کروا سکتے۔

مگر بات دراصل یہ ہے کہ جب سے دُنیا بنی اُس وقت سے لیکر تا ایندم اگنی، وایو، آدتیہ اور انگرا نام کے کوئی رشی ہوئے ہی نہیں۔ کہ جو ویدوں کے مُلہم بنائے جاتے۔ یہ سب باتیں بعد کی من گھڑت اور طبع زاد ہیں۔

پس وہ لوگ جو اگنی، وایو وغیرہ کو دھینگا مُشتی سے رشی اور مُلہم وید ثابت کرنا چاہتے ہیں، یاد رکھیں کہ سنسکرت کی کوئی بھی مُستند کتاب اُن کی مؤید نہیں۔ کیونکہ یہ نام انسانوں کے نہیں، بلکہ آگ، ہوا، سورج وغیرہ مادی عناصر کے ہیں۔ جیسا کہ چھاندوگیہ اُپنشد کی مندرجہ ذیل عبارت سے ظاہر ہے۔ لکھا ہے کہ:-

---

[1] سوامی صاحب کی نقل کردہ اصل عبارت یہ ہے:-

"اگنیسر وارگوید وجائیتے۔ وایو یجُروید۔ سوریات سام ویدہ"

[2] سوامی جی کی نقل کردہ عبارت میں اتھروا اور انگرا رشی کا تو نام تک بھی نہیں۔ پھر ان کو کیسے سماج نے خدا کا کلام اور رشی مان لیا۔ (احمدی مہاجر)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

"پرجاپتی نے کُرّوں کو تپایا۔ جب وہ گرم ہو گئے تو اُس نے اُن کے رس کو نچوڑا۔
(تب) اگنی زمین سے، وایو آکاش سے، سورج دیو (کُرّہ ہوائی) سے (پیدا ہوا)"
"تب اُس نے ان دیوتاؤں (آگ، ہوا، سورج) کو تپایا۔ جب وہ گرم ہو گئے تو اُسنے اُن کے رسوں کو نچوڑا۔ رچائیں (رگ) آگ سے۔ یجو (یجر) ہوا سے۔ سام سورج سے (نکلے)"
(چھاندوگیہ اُپنشد پرپاٹھک ۴ کھنڈ ۱۷)

اس عبارت نے معاملہ کی اصل حقیقت واضح کر دی۔ اور بتا دیا کہ اگنی وایو اور آدتیہ کوئی خاص انسان نہ تھے کہ جن پر وید نازل ہوئے بلکہ ان سے مراد یہی مادی آگ، ہوا اور سورج ہیں۔ کیونکہ اگر یہ اگنی وغیرہ انسان ہوتے تو ان کی پیدائش آکاش اور ہوائی کُرّہ سے بتلانا چہ معنی؟ کیا کبھی انسان آکاش اور ہوائی کُرّہ سے بھی پیدا ہوئے ہیں؟ پھر پرجاپتی کا ان کو گرم کر کے رس نکالنا کیا معنی رکھتا ہے؟ کیا مادی اشیاء کی طرح انسانوں کو بھی تپا کر اُن کا رس نکالا جا سکتا ہے؟

پس ثابت ہو گیا کہ اگنی، وایو، آدتیہ انسان نہ تھے۔ یہ صرف عناصر کے نام ہیں اور رگ وغیرہ انہی عناصر سے اخذ کئے گئے۔ یعنی ان کتابوں میں ان عناصر کی ماہیت بتلائی گئی ہے۔ یا ان کی پُوجا اور تعریف کے گیت ان میں گائے گئے ہیں۔

یہ ثابت ہو جانے کے بعد کہ جن کو ویدوں کا مُلہم بتایا جاتا ہے اُن کا دُنیا میں کبھی کوئی وجود ہی نہ تھا۔ آریہ دوستوں سے پوچھتے ہیں، وہ بتائیں کہ جب ویدوں کا کوئی مُلہم ہی ثابت نہیں تو اِس صورت میں یہ تسلیم کرنا کس طرح درست ہو سکتا ہے کہ وید خدا کا کلام ہیں؟ کیونکہ جب تک مُلہم کا وجود ثابت نہ ہو اُس وقت تک کسی کلام کو الہامی کہنا کچھ معنی نہیں رکھتا۔ پس اگر وید واقعی الہامی ہیں تو انکے مُلہمین کا وجود ثابت کرنا چاہئے۔

چوتھا مطالبہ اور بتانا چاہیئے کہ وہ کب؟ اور کس مُلک میں؟ اور کس جگہ پیدا ہوئے؟

پانچواں مطالبہ اور یہ بھی کہ انہوں نے کہاں؟ اور کن لوگوں کے سامنے؟ اور کس کتاب میں؟ الہام ربّانی کا مورد بننے کا اعلان کیا؟

مگر انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ جس طرح دو اور دو کا تین ہونا محال اور ناممکن ہے اسی طرح اِن مطالبات کا جواب دینا بھی قطعی اِمپوسی بل، اسنبھو اور محال ہے۔

اب سوال ہوگا کہ جب وید کے مُلہموں کا وجود ہی متحقق نہیں تو پھر یہ چار وید کہاں سے آ گئے؟

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سواس کا جواب صاف اور بالکل آسان ہے کہ یہ چار کتابیں نہ الہامی ہیں نہ ایک زمانہ میں تصنیف ہوئیں اور نہ چار آدمیوں کی تالیف ہیں بلکہ مختلف وقتوں میں مختلف لوگوں نے مختلف مضامین پر طبیعت کی جولانیاں دکھلاتے ہوئے انہیں تصنیف کیا ہے اور جن لوگوں کا ان کی تصنیف اور تالیف میں ہاتھ رہا اُن کے نام بھی وید کے سُوکتوں کے آغاز میں زمانہ شروع سے درج چلے آتے ہیں۔ اعتبار نہ ہو تو اجمیر، بمبئی، لاہور وغیرہ کے مطبوعہ ویدوں کو اُٹھا کر دیکھ لیا جائے۔ ہر سُوکت کے شروع میں علاوہ بحر اور مضمون کے اس سوکت کے مصنفین (جنکو ویدک اصطلاح میں رشی کہتے ہیں) کا نام بھی لکھا ہوا صاف نظر آئے گا۔ اور یہی وجہ ہے کہ مشہور ویدک دہرمی فاضل پنڈت ستیہ برت سام شرمی کو بھی تسلیم کرنا پڑا کہ موجودہ وید قدیم رشیوں ہی کی تصنیف ہیں۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل اقتباس سے ظاہر ہے۔

پنڈت ستیہ برت سام شرمی کا اقرار:۔

"تتھا چہ اسمت پُوروَ پُوروشی بھرا یو ویداہ پرنیتا اِتی دَہُروَم۔" (تری یری چے ص۱۳۷)

یعنی یہ ثابت شدہ امر ہے کہ وید ہمارے گذشتہ بزرگ رشیوں کے بنائے ہوئے ہیں۔

اور اسی طرح سنسکرت کے مشہور فاضل **پنڈت اکھلانند کوی رتن** بھی اپنی کتاب اتھرووید آلوچنا کے ص۲۷ میں وید اور شاستروں کے حوالے نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ:۔

"ہم نڈر ہو کر وید کے مصنفین کو رشی کہتے ہیں۔" (ص۲۷)

اُدین آچاریہ اپنی کتاب کُسمانجلی کے ص۲۳۰ میں لکھتے ہیں کہ:۔

"وید انسانی کلام ہے۔ کلام ہونیکی حیثیت سے مہابھارت کی طرح وید انسانی حکایات ہیں۔" (منقول از وید کیا چیز ہیں ص۲۳)

پنڈت مہیش چندر پرشاد بی۔ اے اپنی کتاب سنسکرت ساہتیہ کا اتہاس جلد دوم ص۲۴۰ میں بعنوان "ویدوں کی پیدائش" رقمطراز ہیں۔ کہ:۔

"قدیم آریوں کے رسم و رواج، رہن سہن، کاریگری اور مذہبی خیالات وغیرہ کا ان (ویدوں) میں بیان ہونیکے باعث محققین کے ذریعہ گذشتہ پچاس برس کی بہترین تحقیق سے یہ ثابت ہوا ہے کہ وید کسی خاص زمانہ میں رشیوں کے ذریعہ تصنیف ہوئے اور اس خیال کی تائید میں رگوید میں بہت سے فقرات ملتے ہیں۔

برہمانی سسرجے وششٹھ ($\frac{18}{8}$ ۷) یعنی وششٹھ نے وید منتر بنائے،

ایم گیرمان دار لیسیۃ (یعنی یہ رچا مان داریہ نے بنائی) (رگوید $\frac{166}{15}$ ۱)

گوتمو نویم اتکھشت برہم (یعنی گوتم نے اس نئے وید منتر کو بنایا) (رگوید $\frac{62}{13}$ ۱)

برہمانی جن یت ویراہ (یعنی براہمنوں نے وید منتر تصنیف کئے) (رگوید $\frac{22}{9}$ ۷)"

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پس اب دیکھنا چاہئے کہ ویدوں کا ظہور کس طرح ہوُا۔ کہتے ہیں کہ قدرت کی خوبصورتی نے شروع زمانہ میں آریوں کو بیحد موہت کیا۔ اسکی بہار اور خوشنمائی سے موہت ہو کر وہ حیران رہ جاتے اور اگر کوئی بھیانک نظارہ دیکھتے تو سہم جاتے۔ اسی طرح آریوں کے شاعر خوبصورت نظاروں کو دیکھکر انکی تعریف اور خوفناک سین دیکھکر انکے دفعیہ کیلئے کئی قسم کے منتر اور تعریفی گیت بناتے تھے جو بعد میں انکے خاندان میں رائج ہو گئے .... ان منتروں میں انکے دل کے سچے جذبات کا اظہار تھا۔ ویدک لٹریچر کی یہی اوّلین حالت ہے۔ مذکورہ بالا منتر مختلف وقتوں میں بنائے گئے یاسک اپنی نرکت (۸-۱-۹) میں کہتے ہیں:-

"یت کام رشریسیام دیوتایام ارتھاپتیم اچھن ستتی پریُنکتے تت دیوتم سہ منتر وبھوَتی۔"

یعنی مال اور اولاد کی خواہش سے رشیوں کے ذریعہ سے جس دیوتا کی جو تعریف کی گئی وہ منتر ہوئی۔

وید سوم کے کرانے کے وقت اور آگ وغیرہ عجیب وغریب قدرتی طاقتوں کی پوجا کے وقت خوشی اور مختلف کاموں کے وقت جو (منتر) رشیوں کی زندگی سے تعلق رکھتے تھے پڑھے اور گائے جاتے تھے۔ اور پیڑیوں تک اسی طرح محفوظ رہے۔ آہستہ آہستہ وہ اتنے زیادہ ہو گئے کہ انہیں یاد رکھنا مشکل ہو گیا اس لئے بعد میں انہیں مجموعہ کی صورت دی گئی۔

ممکن ہے ہمارے جواب اور پنڈت ستیہ برت وغیرہ کی محررہ بالا شہادتوں (اور اُن میں دیئے گئے وید شاستروں کے پرمانوں) کو پڑھکر بھی سماجی دوست سر ہلا دیں اور جواب میں اپنے سوامی سے سُنا سُنایا فقرہ رٹ دیں کہ وید کے سوکتوں کے شروع میں جن رشیوں کے نام لکھے ہیں وہ وید کے مصنّف نہ تھے بلکہ یہ وہ لوگ تھے جن پر ان سوکتوں کے معنے ظاہر ہوئے یعنی وہ مصنّف نہیں بلکہ شارح تھے لیکن انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ اُنکے اِس جواب میں کوئی جان نہیں اور نہ ہی عقل اسے قبول کرتی ہے کیونکہ یہ بالکل مہمل سی بات ہے جو اپنے اندر کچھ بھی وزن نہیں رکھتی۔ کیونکہ اس پوچ اور بے معنی جواب پر کئی زبردست سے زبردست سوال پیدا ہوتے ہیں جنکا جواب ممبرانِ سماج کے حیطۂ قدرت میں نہیں۔

چونکہ ان کا ذکر اس جگہ مشکل ہے اس لئے اُن میں سے بعض کو اگلے نمبر میں پیش کریں گے۔ اور ساتھ ہی اُن کے ویدک رشیوں اور خود وید ہی کی اندرونی شہادتوں سے بفضلہٖ تعالیٰ ثابت کر دینگے کہ موجودہ وید الہٰی گیان نہیں، بلکہ مختلف رشیوں کی تصنیف ہیں۔ وَمَا تَوْفِيْقِىٓ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِىِّ الْعَظِيْمِ ؁

(بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر پبلشر نے [illegible] ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپوا کر [illegible] قادیان سے شائع کیا)